

اعلیٰحضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بہ اجازت جناب ناظم صاحب آثار قدیمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تحریک ترقی مملکتِ آصفیہ

بعہد میمنت مہد

اعلیحضرت حکیم السیاست سلطان العلوم آصف سابع نظام الملک نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

## بتقریب جشنِ سیمین مبارک

واقع ۱۳۴۶ف

از

خواجہ حمید احمد بی۔اے (عثمانیہ)

مطبوعہ عہد آفرین برقی پریس حیدرآباد۔ دکن

قیمت - ۳ روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اقدس و اعلیٰ بندگان عالی کے جشن سیمین کی مبارک تقریب میں نواب سہراب نواز جنگ آنجہانی کے ورثاء نے مبلغ (صماء) کا انعام مقرر کر کے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ عنوان ذیل پر

"ممالک محروسہ سرکار عالی کی ہر جہتی فلاح و بہبود کی تدابیر اور مسائل متعلقہ کا ایسا حل جو ایک باعزت و خوشحال مستقبل کا ضامن ہو"

مضامین تحریر کرائے جائیں۔ یہ رقم بہترین مقالہ نگار کو بطور صلہ دی جائے جس کمیٹی کے تفویض مضامین کی تنقیح و انتخاب تھا وہ حسب ذیل معزز حضرات پر مشتمل تھی :-

۱۔ نواب سر نظامت جنگ بہادر — صدر نشین کمیٹی
۲۔ نواب مرزا یار جنگ بہادر
۳۔ نواب علی نواز جنگ بہادر
۴۔ راجہ دھونڈی راج بہادر
۵۔ نواب مہدی نواز جنگ بہادر
۶۔ نوشیروان جی چینائی صاحب بیرسٹر
۷۔ میر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر — معتمد کمیٹی

مقابلہ کے لئے متعدد مضامین وصول ہوئے لیکن کمیٹی نے مولوی خواجہ حمید احمد صاحب بی۔اے (عثمانیہ) کے مضمون کو پسند فرمایا اور صاحب موصوف کو مستحق انعام قرار دیا۔ توقع ہے کہ اس مضمون میں جو مواد محنت و کاوش کے ساتھ فراہم کیا گیا ہے وہ مسائل ملک پر غور کرنے والے حضرات کے لئے مفید و کارآمد ثابت ہوگا۔ فقط

دستخط

(مولوی) میر اکبر علی خاں (صاحب)

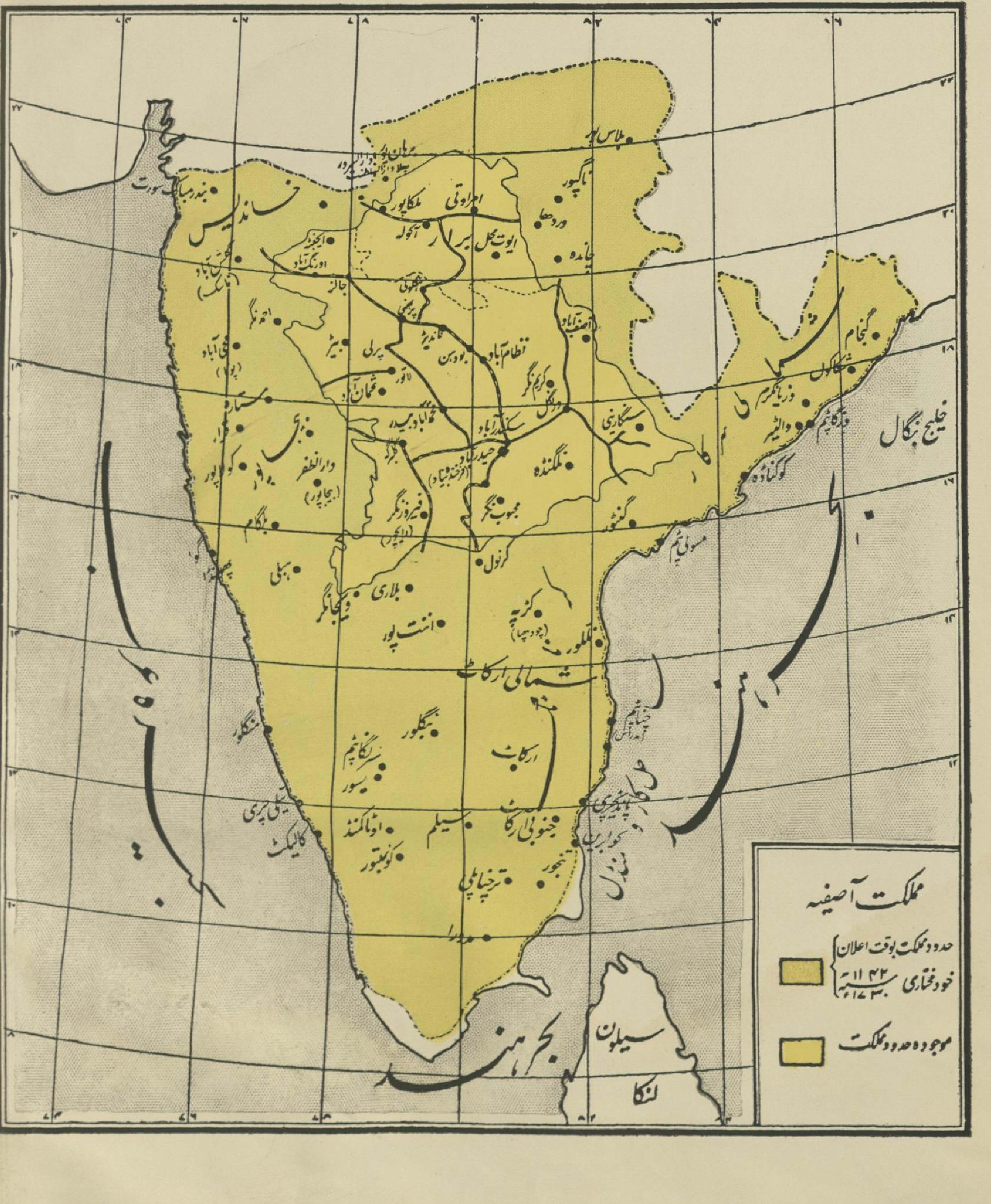
معتمد کمیٹی

۲۰ اسفندار ۱۳۴۷ ف

# فہرست مباحث

صفحات

# مملکت آصفیہ



مملکت آصفیہ
حدود مملکت بوقت اعلان خود مختاری ۱۱۴۲ھ ۱۷۳۰ء
موجودہ حدود مملکت
خلیج بنگال
بحر ہند
سیلون
لنکا
حیدرآباد
ناگپور
امراوتی
ملکاپور
اکولہ
ایوت محل
برار
وردھا
چاندہ
جالنہ
بیڑ
پربھنی
نانڈیڑ
نظام آباد
کریم نگر
ورنگل
سکندرآباد
نلگنڈہ
محبوب نگر
لاتور
عثمان آباد
گلبرگہ
بیدر
سنگارینی
آصف آباد
گنجام
وزیگاپٹم
کوکناڈہ
مسولی پٹم
کرنول
بلاری
انت پور
کڑپہ
نلور
شمالی ارکاٹ
ارکاٹ
جنوبی ارکاٹ
بنگلور
سرنگاپٹم
میسور
سیلم
اوٹاکمنڈ
کوئمبتور
ترچناپلی
تنجور
مدورا
پانڈیچری
کالیکٹ
منگلور
بلگام
ہبلی
کولہاپور
ستارہ
احمد نگر
بیجاپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# تمہید

وہ سرزمین دکن جو کسی زمانے میں نہ صرف قدیم تاریخی تمدنوں کا گہوارہ تھی بلکہ جس کے آثار ماقبل تاریخ اس کے ماقبل تمدنوں کا بھی پتہ دیتے ہیں جس کی تاریخ معلومہ چالوکیہ اور کاکتیا حکومتوں سے شروع ہوتی ہے اور جس کا عروج بہمنی، قطب شاہی اور بریدشاہی سلاطین کے شاندار کارناموں سے ہوتا ہے جس نے شمالی ہند کی زبردست سلطنتوں کی مسلسل یورشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی علیحدہ سلطنت یا علیحدہ وجود کو برقرار رکھا۔ اور تاریخ ہند کے بے شمار انقلابات دیکھنے کے باوجود آج بھی بحمداللہ شاہانِ آصفیہ کے زیر نگیں مامون ہے اور ہم آج بفضلِ یزداں حضرت آصف سابع اعلیحضرت قدر قدرت سلطان العلوم خلداللہ ملکہ و سلطنتہ، کے پچیس سالہ درخشاں دورِ حکومت کا جشن سیمیں منا رہے ہیں۔

اس کے مستقبل پر قلم اٹھاتے ہوئے ظاہر ہے کہ کیا کیا نہ رنگین تصورات ہمارے پیشِ نظر ہوں گے اور اس کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق ہمارے دل میں جو جذبات موجزن ہوں گے ان کے اظہار کی تڑپ کس دل میں نہیں؟ لیکن کسی علمی مضمون کے لکھنے کے وقت جذبات سے بڑھ کر واقعات پیش نظر ہونے چاہئیں اور بہت ممکن ہے کہ شاندار ماضی کی قصیدہ خوانی دور حاضرہ کی پریشان حالی میں اکثر کانوں کو بھلی بھی نہ معلوم ہو اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے مستقبل کے

مسئلہ کو سمجھنے کے لئے گذشتہ تاریخ سے اس قدر مدد نہ مل سکے گی جس قدر دور حاضر کے حقائق اور اسباب و علل کے سمجھنے سے متصور ہے۔

مضمون زیر بحث میں ممالک محروسہ سرکار عالی کی ہر جہتی فلاح و بہبود کی تدابیر بتانی مقصود ہے اور مسائل متعلقہ کا ایسا حل پیش کرنا ہے جو ایک باعزت اور خوش حال مستقبل کا ضامن ہو۔ ہماری مملکت کے اس خوش حال اور باعزت مستقبل کے لئے ہم اجمالی اشارات کا حسب ذیل خاکہ بطور اصول اساسی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ف ۱۔ ہمارے موجودہ نقائص اور آیندہ احتیاجات کی ایک ایسی اجمالی کیفیت مرتب کی جانی چاہیئے۔ جس کے مطالعہ سے ہمیں بہ آسانی اس کا اندازہ ہو سکے کہ ہماری زندگی کے کون کون سے شعبے اصلاح طلب ہیں اور ترقی کے مختلف منازل کے طے کرنے میں کن چیزوں سے مدد لینے کی ضرورت ہوگی۔

ف ۲۔ ہماری مملکت کی خصوصیات اور عام حالات کا توازن برطانوی ہند کے مختلف صوبوں اور دیسی ریاستوں و دیگر ترقی یافتہ ممالک کی خصوصیات اور عام حالات کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے۔

ف ۳۔ فقرات (۱) اور (۲) کے نتائج کی روشنی میں ایک منضبط لائحہ عمل اور نظام العمل تیار کیا جائے جس میں ہماری تحقیق شدہ خامیوں کے انسداد کے ذرائع اور تدابیر معلوم کی جائیں اور آیندہ ترقی اور ہماری جملہ احتیاجات کی تکمیل کے اصول اور ہدایات ہوں جو خاص خاص اسکیموں کی شکل میں معینہ مدت کے دوران میں روبہ کار لائی جاسکیں۔

ف ۴۔ ان مختلف اسکیموں کو کامیاب بنانے کے لئے تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں

خاص قسم کے ادارے اور ان کے تحت ذیلی کمیٹیاں قایم کی جائیں جن کی تنظیم اِن اصولوں اور طریقوں پر کی جائے جن پر کہ آج کل اکثر ترقی یافتہ ممالک گامزن ہیں۔

ظاہر ہے کہ ترقی کی طرف کوئی قدم اس وقت تک نہیں اٹھایا جا سکتا جب تک کہ موجودہ حالات سے پوری طرح آگہی نہ ہو۔ ہماری خامیاں کیا ہیں اور ہماری احتیاجات کیا کیا ہو سکتی ہیں ان کا معلوم کرنا انفرادی کوششوں کے حدِ امکان سے باہر ہے۔ جہاں تک ہمارے ذاتی معلومات کا تعلق ہے جو معلومات ہمارے ملک کی کتابوں۔ رپورٹوں۔ اخبار و رسائل سے حاصل ہو سکتی ہیں انہیں اجمالی طور پر ہم نے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم یہاں اس کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان مختصر معلومات کے حاصل کرنے کے لئے بھی کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں اور یہ مواد بھی کس قدر منتشر حالت میں ملتا ہے۔ ہمارے ملک کے محکمہ اعداد و شمار و مردم شماری کی حالیہ مرتبہ رپورٹوں اور گزیٹیر سے بڑی حد تک سہولت پیدا ہو گئی ہے اور عالیجناب مولوی مظہر حسین صاحب ایم۔ اے ناظم اعداد و شمار کے قیمتی مشوروں اور ہدایات پر عمل کرنے سے منظم حالت میں بہت کچھ مواد ہم کو حاصل ہو سکا لیکن ہماری قلمرو کے ہر جہتی حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ بھی ناکافی ہے اور جب تک کہ حکومت اور دیگر علمی اداروں کی جانب سے قلمرو کے متعدد وسائل کی خاص طور پر تلاش اور تحقیقات نہ کی جائے اور زیادہ سے زیادہ فراہمی و ترتیب اعداد کی طرف توجہ نہ کی جائے ہم صحیح حالات اور ضروریات کا کسی طرح اندازہ نہیں کر سکتے۔

ملک کے صحیح حالات معلوم کرنے کے بعد دوسرا فریضہ ان کے تقابل کا ہے جس کے ذریعہ ملک کی موجودہ حیثیت کا صحیح علم ہو سکتا ہے ہماری قلمرو کن شعبوں میں برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں سے پیش پیش ہے اور کن شعبوں میں ابھی ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس کے

لئے برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں کے حالات سے واقفیت بھی لازمی ہے۔ ہم نے اپنے مضمون میں مختلف مواقع پر اس قسم کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں بھی تفصیلات میں نہ جا سکے۔ ہمیں اس مقابلہ کے تمام پہلوؤں پر بھی پوری طرح بحث کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس مختصر تصنیف میں ہمارا منشا صرف یہ ہے کہ ناظرین کو اس جانب متوجہ کرائیں کہ وہ قلمرو کی موجودہ حیثیت سے واقف ہوں۔ یہاں یہ چیز بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ترقی کے لئے ہمارا مطمح نظر صرف برطانوی ہند کے صوبوں اور ریاستوں کا مقابلہ ہی نہ ہو بلکہ ہماری کوششیں یہ ہونی چاہئیں کہ دُنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ہم کھڑے رہ سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہماری موجودہ حالت میں بھی اکثر امور میں ہم برطانوی ہند کے صوبوں اور دیسی ریاستوں سے بہت آگے ہیں ہم نے اپنے اس مضمون میں جگہ جگہ اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

ہماری مستقل اور ہمہ جہتی ترقی کے لئے جس لائحہ عمل اور نظام العمل کا ہم نے اوپر ذکر کیا اس کی مزید اہمیت کو واضح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ امر اس زمانے میں بالکل واضح ہو گیا ہے کہ بغیر ایک خاص تنظیمی پروگرام مقرر کئے ہوئے ملک کے مختلف وسائل سے صحیح طور پر استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے معلوم کردہ حالات کے تحت اصلاحی تدابیر اور ترقی کے جو امکانات ہو سکتے ہیں انہیں ہم مختلف عنوانات کے تحت بیان کرنا چاہتے ہیں۔

# افرادِ ملک کی عام حالت کی اصلاح

ہر جہتی ترقی کا دار و مدار ممالک محروسہ کے رہنے بسنے والوں کی اعلیٰ حوصلگی، بلند آہنگی، خلوص نیت اور عمل پیہم پر ہے۔ ملک کی ترقی کی کوئی کوشش اور تدبیر اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں عوام کا شوق عمل انہیں شرکتِ عمل کی دعوت نہ دے اور یہ شوق عمل ان کی قلت یا کثرت۔ صحت و تندہی طریقہ معاشرت، خوبی اخلاق۔ طرز تعلیم سیاحت ممالک اور وسعت معلومات پر منحصر ہے۔

افراد کی قوت عمل سے کام لینے کے لئے سب سے پہلے ان کی صحت کا سوال در پیش ہے اس کے متعلق ہم کسی قدر تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسانی صحت پر موسم و آب و ہوا کے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کا مقابلہ تو ہمارے بس سے باہر ہے۔ موسموں کی جلد جلد تبدیلی جہاں تمام ہندوستان کے لئے عام ہے سرزمین دکن بھی اس سے محفوظ نہیں۔ قدرتی ناموافق حالات کی تلافی اگر کچھ ہو سکتی ہے تو وہ غذا۔ دوا اور لباس سے کی جا سکتی ہے اور ہماری تمام تر کوششیں ان ہی چیزوں کی بہتر سے بہتر فراہمی کے لئے ہونی چاہئیں۔ عام بیماریوں اور مختلف وباؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہمارے ملک میں جو کوششیں کی جا رہی ہیں وہ برطانوی ہند اور دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں بہت قابلِ قدر ہیں لیکن پھر بھی ملک کی عام صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے ابھی اس میں بہت اضافہ کی ضرورت

ہے۔ شہروں کی آبادی جہاں ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو رہی ہے قصبوں اور دیہاتوں میں بھی اس کے لئے اتنے ہی مواقع بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ہمارے پاس کافی تجربہ کار اور قابل ڈاکٹر موجود ہیں۔ ہمارا ملک ارسطو یار جنگ جیسے قابل ڈاکٹروں کے علم اور تجربوں پر جتنا فخر کرے کم ہے مگر کیا ہی بہتر ہوتا اگر ان کے تجربوں کو خاص طور پر محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی!

ڈاکٹری علاج کے ساتھ یونانی علاج کا جاری رکھنا حقیقت میں ملک کے حالات کے عین مناسب ہے بلکہ عجب نہیں کہ اگر اس طرف کافی توجہ کی گئی تو ملک کی وسیع آبادی کو سستی ادویات کی فراہمی میں زیادہ دقّت نہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہاں کی جڑی بوٹیاں جو صرف جنگل کی زیب و زینت بنی رہتی ہیں ملک کے لئے ذریعہ دولت ثابت ہوں۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ "زندہ طلسمات" اپنی چند معمولی ادویہ کے مرکب سے گزر کر اب ایک ملکی صنعت کا لقب حاصل کرنے کا مستحق ہو گیا ہے۔ یہ صرف ایک جملہ معترضہ تھا یہاں مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ ملک کی وسیع آبادی کی صحت کے لئے یونانی ادویہ کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ بہت بہتر نتائج مترتب کر سکتی ہے۔ اسی طرح ویدک طریق علاج بھی اپنی عمومیت 'کفایت' اور 'سرعتِ تاثیر' کے باعث اپنی بقا اور ترقی میں سرکاری توجہ اور تنظیم کا طالب ہے۔

باشندوں کی صحت کے سلسلہ میں ایک اور چیز قابل ذکر یہ ہے کہ ملک کی آبادی کو منشیات سے جہاں تک ممکن ہو سکے محترز رکھا جائے۔ منشیات اور مسکرات کا کثرت سے استعمال ملک کی کثیر آبادی کو حسن کارکردگی سے محروم کر رہا ہے اور ان کی تندرستی اور صحت کو نہ صرف ان کی حد تک بلکہ آیندہ نسلوں کے لئے خطرناک بنا رہا ہے۔ طبی اعداد شاہد ہیں

کہ کس طرح منشیات کا عادی طبقہ دباؤں اور مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہا ہے۔ خاص شہر حیدرآباد کی عین وسط آبادی میں سیندھی خانے نہ صرف ان خرابیوں کی اشاعت کر رہے ہیں بلکہ خود شہر حیدرآباد کی اعلیٰ صفائی اور تہذیب کے مقابل بدنمائی کا مظہر بنے ہوئے ہیں محکمہ آبکاری میں "مدراس سسٹم" کی ترویج سے اس کا امکان کسی قدر پیدا ہو گیا ہے کہ منشیات کی تدریجی گرانی رفتہ رفتہ لوگوں کو ترک مسکرات کی طرف مائل کر دے۔ ہمارے ملک کی انجمن ترک مسکرات بھی اس کے لئے کوشاں ہے کہ اس خرابی کا جلد سے جلد انسداد کیا جائے۔ ہمارے خیال میں مسکرات کی عادت بڑی مشکل سے چھڑائی جا سکتی ہے۔ اور تاوقتیکہ اس میں تشدد سے کام نہ لیا جائے کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ امراض کے علاج میں جس قدر دشواریاں پیدا ہوتی ہیں اور جو صرفہ بعد میں برداشت کرنا پڑتا ہے اس سے قبل ہی اگر وجہ امراض کا انسداد کر دیا جائے تو نہ اتنا نقصان برداشت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ صحت کی خرابی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

افراد قوم کی صحت کا سوال اس لحاظ سے بہت زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ ہم اگر رستم کے سورما بننے کی ہوس نہ بھی کریں تو کم از کم ایک تندرست اور چست قوم کے افراد تو کہلائے جا سکیں۔ برقراری صحت کی ہر ممکنہ تدبیر کو اختیار کیا جائے جو چیزیں ان کے حصول میں مانع ہو رہی ہیں انہیں یکلخت ترک کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہمیں اپنی موجودہ نسل سے بڑھ کر آئندہ نسل کی صحت کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے اور ہمارے نونہالوں کو جو مستقبل میں اپنے جوہر و کمالات دکھانے والے ہیں اس کے لئے تیار کرنا چاہیئے کہ وہ جسمانی لحاظ سے طاقتور قوم کے افراد دکھائی دیں۔

صحت کے سوال کے بعد عوام کی بیداری کے لئے تعلیم کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے

ہم اس کے متعلق مستقل طور پر علیحدہ بیان کرنا چاہتے ہیں لیکن اس موقع پر یہ واضح کردینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ تعلیم کا سوال صرف جامعات اور مدارس کی حد تک محدود نہیں تصور کیا جاسکتا اور نہ صرف ادبی اور فنی (Technical) "تعلیم ہی کے مسائل تعلیم عامّہ کی ضرورت کو پورا کردیتے ہیں بلکہ حقیقت میں تمام وہ ذرائع جس سے قوم کے ہر فرد کے معلومات میں اضافہ ہوسکتا ہے وہ حقیقی تعلیم کے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ درسی تعلیم اور عملی تعلیم مہد سے لحد تک جاری رہتی ہے کمال علم ہر نئے انکشاف پر اور دوبالا ہونا چاہئے۔ ترقی یافتہ ممالک کے افراد میں جدید معلومات حاصل کرنے کی جستجو جس درجہ اہم ہے اس کا اندازہ ذرا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اخبار و رسائل کی زیادتی کتب خانوں اور دارالمطالعوں کا قیام توسیعی لکچروں کی کثرت نئے تجربات و اختراعات کے مظاہرے اور خصوصاً زمانہ حال کی جدید ترین ایجاد۔ ریڈیو کے ذریعہ تقاریر کا نشر یہ تمام اشاعت تعلیم کے نئے طریقے ہیں اور ملک میں ان کی زیادتی عام ملکی بیداری کا پیش خیمہ ہے اور یہی عام بیداری مہذب اور غیر مہذب قوم کا بیّن امتیاز ہے۔ "کاروباری ذہنیت" اور "کاروباری فرائض کا احساس" اور ساتھ ہی اس کا شوق تعلیم عامّہ ہی کے ذریعہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اقطاع عالم کی سیاحت نئے نئے مشاہدوں کا موقع دیتی ہے اور ترقی کی امنگ اور کاروبا کا شوق اس کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں۔ معاشیات کے ایک معلم کے ہمزبان ہوکر ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ "ہندوستان کے سکون پسند نوواردوں کو انگلستان کی ہلچل سب سے زیادہ حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ جسے دیکھو چیونٹی اور شہد کی مکھی کے مانند اپنے اپنے کام میں تندہی اور توجہ سے مصروف ہے۔ لمحہ لمحہ جان سے زیادہ عزیز' ہفتہ کا ایک روز آرام کے واسطے مخصوص' اور اس روز کاروبار قانوناً ممنوع' ورنہ کام کے شوق میں وہ لوگ صحت کھو بیٹھتے ہندوستان میں اس کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا اور نو وارد یوروپینوں کو یہاں کی سہل انگاری افسردہ دلی

اور وقت کی ناقدری کچھ عجب معلوم ہوتی ہے اور کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ شہر شہر اور قصبہ قصبہ بہبودی کی اُمنگ اور کاروبار کا شوق پیدا کرنا ہندوستان کی ترقی کا پہلا زینہ ہے۔"[۵۱]

لیکن جب ہم خود اپنی قلمرو کے شہروں کا مقابلہ برطانوی ہند کے کاروباری مرکزوں سے کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بمبئی۔ کلکتہ۔ کان پور۔ احمد آباد کی کاروباری زندگی کے درمیان ہمارا اتنا ہی فصل ہے جتنا کہ خود برطانوی ہند اور یورپی ممالک کے درمیان ہے۔

---

۵۱ علم المعیشت۔ مولفہ پروفیسر الیاس برنی۔

# قدرتی وسائل اور زرعی ترقی کے مواقع

جب ہم اپنے قدرتی وسائل کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قلمرو ان وسائل کے لحاظ سے برطانوی ہند کے صوبوں کے بعد ہر ریاست سے بڑھی ہوئی ہے۔ ملک برار کا رقبہ شامل کرتے ہوئے ممالک محروسہ سرکار عالی کا رقبہ ایک لاکھ مربع میل سے کچھ زاید ہے لیکن برار کے رقبہ کو علیحدہ کرنے کے بعد اس کا رقبہ (۸۲۶۹۸) مربع میل ہے اور عام طور پر یہی رقبہ مردم شماری وغیرہ کی رپورٹوں میں بتایا جاتا ہے۔ اس رقبہ کے مقابل اب تک کشمیر کا رقبہ زیادہ تھا اور کشمیر کی ریاست ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست تسلیم کی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں چونکہ کچھ عرصہ قبل کشمیر سے علاقہ "گلگشت" الگ کر دیا گیا ہے اور اس کا رقبہ تین ہزار مربع میل ہے۔ اس رقبہ کو کشمیر کے رقبہ میں اب شامل نہیں کرنا چاہیئے۔ اس رقبہ کو خارج کرنے کے بعد کشمیر کا رقبہ (۸۱) ہزار میل رہ جاتا ہے جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے رقبہ سے کم ہے اور ہماری قلمرو اس طرح دیگر تمام ریاستوں سے رقبہ میں ہر لحاظ سے بڑھ جاتی ہے۔

زراعتی ترقی کے سلسلہ میں ہمیں جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

کسانوں کی مشکلات۔ ان کی مالی پریشانیاں۔ قرضوں کا بار۔ رسم ورواج کی بندشیں۔ ضروری تعلیم کا فقدان۔ زرعی پیداواروں کی قیمت کی ارزانی۔ عام کساد بازاری کا مقابلہ۔ جدید

ترقیات زراعت سے ناواقفیت ۔ کم استطاعتی کی وجہ نئے آلات زراعت کا عدم استعمال ۔ غرض یہ تمام وہ مسائل ہیں جن کا حل معلوم کئے بغیر زراعت کی اصلاح اور پیداوار کی ترقی کا کوئی امکان نہیں ہے ۔ اس وقت برطانوی ہند میں جو کوششیں ان مسائل سے متعلق کی جارہی ہیں وہ یقیناً ہمارے لئے بہت کچھ قابل تقلید ہیں کیونکہ ایک ملک ہونے کی وجہ سے حالات بہت کچھ یکساں ہیں ۔

اس سلسلہ میں ہماری قلمرو کے محکمہ مال ۔ محکمہ زراعت ۔ محکمہ امداد باہمی اور دیگر متعلقہ محکمہ جات کے حکام و ارباب مقتدر کے مساعی حسنہ جو انھوں نے اس پچیس سالہ دور عثمانی میں انجام دی ہیں وہ ہر طرح قابلِ تحسین ہیں ان کے نتائج کا اجمالی طور پر اندازہ جناب ناظم صاحب زراعت کی ایک نشر صوتی تقریر سے کیا جاسکتا ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے ۔

"اکثر لوگ نہیں جانتے کہ زراعت کے معاملہ میں ریاست حیدرآباد کی اصلی حیثیت ہندوستان میں کیا ہے ۔ ریاست حیدرآباد کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے مثلاً ہندوستان بھر کے کسی صوبہ میں یا ریاست میں ارنڈ کی کاشت اتنے وسیع رقبہ پر نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست حیدرآباد میں بلکہ دنیا بھر میں کسی ملک میں ریاست ہذا کے برابر ارنڈ کی کاشت نہیں کی جاتی اسی طرح ہندوستان کے کسی صوبے یا ریاست میں جوار کی بھی اتنے وسیع رقبہ پر کاشت نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست ہذا میں ۔ جہاں تک ان دونوں فصلوں کا تعلق ہے حیدرآباد کا درجہ پہلا ہے ۔ مونگ پھلی کے لحاظ سے حیدرآباد کا دوسرا درجہ ہے ۔ کیونکہ مدراس کا درجہ پہلا ہے کپاس کا جہاں تک تعلق ہے حیدرآباد کا تیسرا درجہ ہے ۔ اس لئے کہ پہلا درجہ صوبہ جات متوسط برار کا اور دوسرا درجہ بمبئی اور سندھ کا ہے ۔ اس قدر اہم حیثیت رکھتے ہوئے اگر ریاست حیدرآباد اپنی زراعت میں ترقی جاری رکھے تو ایک نہ ایک دن یقیناً اس کا شمار دنیا بھر کے اہم ترین زرعی

ملکوں میں ہونے لگے گا۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ موجودہ طریقوں میں اصلاح کرکے کس قدر ترقی کی جا سکتی ہے ہم ایک واضح مثال پیش کرتے ہیں۔ سررشتہ زراعت کی رائج کی ہوئی عمدہ قسم کی فصلیں ۱۳۴۴ف میں تقریباً اسی ہزار ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی تھیں ان میں عمدہ قسم کی فصلوں کی کاشت کی وجہ سے کاشتکاروں کو جو خالص نفع حاصل ہوا اگر اس کا حساب کم سے کم شرح پر بھی لگایا جائے تب بھی چودہ لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگا یہ نفع اس سے زائد حاصل ہوا ہے جو ان لوگوں کو اپنی معمولی قسم کی فصلوں کی کاشت سے ملتا ہے۔ اس رقمی عدد کی اہمیت اس وقت بخوبی روشن ہوگی جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس سال کے لئے سررشتہ کی منظورہ رقم موازنہ نو لاکھ روپیہ سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ ہر حکومت کی خوشحالی کا انحصار اس ملک کی پیداوار کی بہتات پر ہے۔ اس مقصد کے مدِنظر تمام متمدن ممالک کی حکومتوں نے زراعت اور صنعت و حرفت کے محکمے قائم کر رکھے ہیں تاکہ ملک کو ماہرین کے مشوروں اور ان کی تحقیقات کے نتیجوں سے فائدہ حاصل کرکے پیداوار میں اضافہ کرنے کا موقع مل سکے۔

حکومت سرکار عالی نے بھی اس مقصد کے مدِنظر زراعت صنعت و حرفت کے محکمے قائم فرمائے ہیں۔

**کارگذاری**

اب دیکھنا یہ ہے کہ حیدرآباد کا سررشتہ زراعت اپنے فرائض کو کس طرح انجام دے رہا ہے۔ سررشتہ کا مقصد اس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اچھی پیداوار زیادہ سے زیادہ مقدار میں کم سے کم خرچ پر حاصل ہو یعنی موجودہ چیزوں میں اصلاح و ترقی کی جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے بہتر چیزیں معلوم کی جائیں اور اس کے بعد ملک میں رائج کی جائیں۔ یہ چیزیں معلوم کرنے کے لئے تجربہ یا آزمائش ضروری ہے۔ اور ان کو رائج کرنے کے لئے تبلیغ اور مظاہرے کی ضرورت ہے اس لحاظ سے سررشتہ زراعت کے کام کی تقسیم حسب ذیل

تین مدّات میں کی جاسکتی ہے۔

ا۔ تحقیقات

ب۔ آزمائش

ج۔ تبلیغ

**تحقیقات** | یہ نہایت سائنٹفک قسم کا کام ہے جس خاص چیز کو ترقی دینا مقصود ہے خواہ وہ پودا ہو خواہ زمین وغیرہ اس کا نہایت احتیاط اور غور کے ساتھ مطالعہ کیا جانا چاہیئے تاکہ ان رازوں کا پتہ لگایا جاسکے جس پر اس کا وجود مبنی ہے۔ ان رازوں کا پتہ لگانے کے بعد متعلقہ سائنٹفک اصولوں کو منطبق کرکے اس کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ حیدرآباد کے سررشتہ زراعت میں فی الحال حسب ذیل شعبے ہیں جو اس نوعیت کا کام انجام دے رہے ہیں:۔

(الف) نباتات۔ یہ شعبہ فی الحال۔ چاول۔ ارنڈی۔ گیہوں۔ جوار اور کپاس کو ترقی دینے کا کام کر رہا ہے۔ چاول اور ارنڈی سے متعلق حمایت ساگر میں گیہوں۔ جوار اور کپاس سے متعلق پربھنی میں کام انجام دیا جارہا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں ان فصلوں کی بعض جدید قسمیں پیدا کی گئی ہیں۔ چاول اور کپاس کی ایک ایک جدید قسم دیہات میں رائج کی جارہی ہے اور مقبول ہوگئی ہے جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا فصلوں کی عمدہ قسمیں نکلنے کی اُمید ہے۔

(ب) کیمیا۔ یہ شعبہ حمایت ساگر میں قائم ہوا ہے۔ اس شعبہ کی زیادہ تر توجہ فی الحال ارنڈی اور نیشکر کی ترقی کے کام میں صرف ہو رہی ہے تاکہ ارنڈی کی ایسی قسمیں پیدا کی جاسکیں جس سے تیل کی زیادہ مقدار حاصل ہو اور نیشکر کی ایسی قسمیں معلوم ہوسکیں جن سے زیادہ سے زیادہ مقدار میں شکر حاصل ہو۔

(ج) افزائش نسل حیوانات - یہ شعبہ مویشیوں کی بہترین نسل پیدا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ حمایت ساگر میں ایک مزرعہ افزائش نسل مویشیان موجود ہے جہاں یہ کام انجام پا رہا ہے۔ یہاں سے جو عمدہ سانڈ نکلیں گے وہ مواضعات کی گائیوں کے لئے تقسیم کئے جائیں گے تاکہ ان کی آیندہ نسلیں اچھی ہوں۔ اس مزرعہ میں جو "شیر خانہ" ہے وہ ہندوستان کے بہترین شیر خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ خالص دودھ جو امراض کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس شیر خانہ سے حیدرآباد کے رہنے والوں کو فراہم کیا جاتا ہے۔

آزمائش | تحقیقات سے جو بہترین چیزیں معلوم کی جاتی ہیں خصوصاً جن کا تعلق فصلوں سے ہے یا کھاد اور زمین وغیرہ سے ہے یہ لازمی ہے کہ وہ ملک کے لئے عام استعمال میں کم خرچ اور منفعت بخش ہوں۔ اس لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کو ان کے استعمال میں مشورہ دینے سے قبل ان کی کاشت کھیتوں پر کی جائے۔ چنانچہ امید افزا اشیاء کے تجربات بڑے پیمانہ پر سررشتہ کے آزمائشی مزرعہ جات اور باغات میں کئے جاتے ہیں جو دوسرے ممالک میں مفید ثابت ہوئے ہیں تاکہ ان میں جن کا اختیار کرنا ہمارے لئے مفید ہو ان کا انتخاب کر لیا جائے فی الحال ایسے آزمایشی مزرعہ جات۔ حمایت ساگر۔ پربھنی۔ ورنگل۔ رائچور۔ سنگاریڈی۔ رودرام اور محبوب نگر میں موجود ہیں۔ نیشکر۔ مونگ پھلی۔ باجرہ۔ گیہوں۔ اور کیلے کی عمدہ قسمیں اور ارنڈی کی کھلی کی کھاد جو اس قدر عام ہوگئی ہیں اور مواضعات میں بڑے رقبہ پر پھیل گئی ہیں انھیں تجربات کا نتیجہ ہیں۔

تبلیغ | سررشتہ کا یہی وہ شعبہ ہے جس کے ذمہ مواضعات میں ترقیات کرنے کا کام ہے۔ اور جس کو کاشتکاروں سے براہ راست سابقہ رہتا ہے۔ اس شعبہ کے عملے کی تعیناتی اضلاع میں ہے۔ اس کے فرائض یہ ہیں کہ مواضعات میں دورہ کرے۔ ترقی یافتہ چیزوں کے متعلق کاشتکاروں

کو تفصیل سے سمجھائے اور مظاہرہ کر کے ان کے ذہن نشین کر دے کہ یہ چیزیں مفید ہیں۔ کاشتکاروں کے لئے ان ترقی یافتہ چیزوں کی سربراہی کا انتظام کرنا بھی جو وہ خود حاصل نہ کر سکتے ہوں اسی عملہ کے ذمہ ہے۔ مثلاً تخم۔ کھاد اور آلات۔ پانی حاصل کرنے کے لئے سوراخ اندازی۔ کھیتوں کے لئے بند تعمیر کرنے کی نسبت مشورہ وغیرہ۔ اس لئے کاشتکاروں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ ان کو جب کبھی کسی عمدہ چیز یا مشورہ کی ضرورت ہو تو ان کو چاہیئے کہ اپنے ضلع کے عہدہ دار زراعت کے پاس رجوع ہوں"۔

قلمرو کی عام زرعی حالت کا پوری طرح وضاحت کے ساتھ اندازہ ہمارے ملک کے محکمہ اعداد شمار کی رپورٹوں سے کیا جا سکتا ہے جن میں متعدد جدول اور گراف اور نقشہ جات کے ذریعہ زرعی حالات کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ہم یہاں مثال کے طور پر چند جدول اور گراف پیش کرنا چاہتے ہیں اور ہماری قلمرو کا مقابلہ برطانوی ہند کے دیگر صوبوں و ریاستوں سے کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت کیا ہے۔ اور ابھی کس قدر ترقی کی گنجائش باقی ہے۔

ہماری حکومت کی خاص فیاضی اور کوشش سے ریاست کا ایک معتدبہ حصہ آب پاشی کے ذریعہ سیراب ہوتا ہے۔ دیگر متعدد تالابوں کے علاوہ نظام ساگر۔ عثمان ساگر و حمایت ساگر کی تعمیر حقیقت میں ریاست کی سیرابی و شادابی کی درخشاں مثال ہے۔ اور ان کے ذریعہ قلمرو کی زراعت کی ترقی میں بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تنگبھدرا پراجکٹ کی اسکیم کے ساتھ زرعی ترقی کی اور بہت سی امیدیں وابستہ ہیں اور اس سے متعلقہ رقبہ جات کی زرخیزی میں کافی اضافہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔

لیکن جہاں اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر آب پاشی کا انتظام کیا جا رہا ہے وہاں ہمیں ان

علاقوں کو بھول نہ جانا چاہیئے جو پانی کے ان خزانوں سے اس قدر فاصلے پر واقع ہیں جہاں ان خزانوں سے پانی کی فراہمی نہیں ہوسکتی - ریاست کے ایسے حصوں میں اگر اعلیٰ پیمانے پر نہیں تو کم از کم معمولی ذرائع آب پاشی سے کام لیا جائے اور وہاں کندیدگی باولیات کا معقول انتظام ہو - اس میں شک نہیں کہ حکومت کی جانب سے اکثر علاقوں میں کندیدگی باولیات کا کام ہو رہا ہے اور بعض دیہاتوں میں کاشتکاروں کو اس کام کے لئے قرض بھی دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی متعدد دیہاتوں سے اس قسم کی شکایات وصول ہوتی ہیں جہاں آبپاشی تو کجا آب نوشی تک میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے - اس لئے آب پاشی کی اعلیٰ اسکیموں کے ساتھ اگر معمولی ذرائع آب پاشی کی طرف برابر کی توجہ کی جائے تو قلمرو کے ہر حصہ کی یکساں سیرابی کے لئے بہتر ہوگا -

کاشتکاروں کی مالی حالت کی اصلاح کی طرف ہماری حکومت سب سے زیادہ متوجہ ہے - چنانچہ اس سلسلہ میں کاشتکاروں کی مالی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ہماری حکومت نے چند خاص اضلاع کی جو تحقیقات کروائی ہیں وہ مسٹر اینڈ گار کی چار ضخیم جلدوں کی رپورٹ سے واضح ہوسکتی ہیں - نیز عملی طور پر کاشتکاروں کی امداد کے لئے محکمہ امداد باہمی کی کوششیں قابل قدر ہیں - اور حکومت کے حالیہ نافذ کردہ "دستور العمل کاشتکاران" سے بھی کاشتکاروں کی مالی اصلاح کی ایک صورت نکل آئی ہے لیکن حکومت کی یہ تمام کوششیں اس وقت تک بار آور نہیں ہوسکتیں جب تک کہ باشندوں کا اشتراک عمل بھی نمایاں حیثیت نہ رکھتا ہو - عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کسانوں کی مالی مشکلات کو دور کرنے کے لئے حکومت سے جو مالی قرضے دئے جاتے ہیں کسان اِن سے صحیح طور پر مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے - بجائے اس کے کہ امداد باہمی کے یہ قرضے کاشتکاروں کو مہاجنوں کے قرضے سے نجات دلائیں

کاشتکاروں کے حق میں اور مزید بارثابت ہوتے ہیں اوران کی مالی مشکلات وپریشانیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے کسان دیدہ ودانستہ اس میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ حسابات سے ان کی ناواقفیت۔معاشرتی خرابیوں کی جکڑبندیاں اور بعض اوقات قدرتی حالات کی ناموافقت انھیں سنبھلنے نہیں دیتی اور حکومت کی یہ امداد "نیکی برباد گناہ لازم" کی مصداق بن جاتی ہے اور قرضوں کا بار بڑھتا جاتا ہے۔

حکومت کی جانب سے زرعی مظاہروں افزائشِ نسل مویشیان کی ہدایتوں سے بھی کسان خاطرخواہ مستفید نہیں ہوتے۔جدید طرز زراعت ونئے آلات کا استعمال ان کے لئے ان کی قدامت پسندی وکم استطاعتی کے باعث مقبول نہیں ہونے پاتا۔

ہماری رائے میں زرعی آبادی کی کم استطاعتی اور مالی مشکلات کا سب سے بڑا حل یہ ہوسکتا ہے کہ زراعت پیشہ آبادی کو معاشرت کی نفضول خرچیوں سے روکنے کے ساتھ زراعت کے علاوہ دیگر آمدنیوں کے ذرائع کی طرف متوجہ کیا جائے۔سال میں چار ماہ کی محنت کے بعد ان کا جو وقت بیکار رہتا ہے اس کا کوئی مصرف نکالنا ضروری ہے۔اس کے لئے انھیں گھریلو صنعتوں کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے۔مختلف اقسام کی گھریلو صنعتوں کی ترویج دیہات اور قریہ جات میں نہایت کثرت سے ہونی چاہیئے۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسانوں کا وقت رائگاں نہ جائے گا۔ان کی آمدنی میں اس ذریعہ سے خاصہ اضافہ ہوگا اور مالی پریشانیوں سے بڑی حد تک نجات ملے گی اور ساتھ ہی ہماری وہ گھریلو صنعتیں جو اپنی کس مپرسی کی حالت میں ہیں اس طرح تباہ ہونے سے محفوظ رہیں گی اور ہماری قلمرو کو معمولی گھریلو صنعتوں کے لئے غیروں کا محتاج نہیں رہنا پڑے گا۔گھریلو صنعتوں کے متعلق ہم صنعت وحرفت کے باب میں تفصیل سے بحث کریں گے۔زراعت سے اس کا جو تعلق ہے اس کو ہم نے یہاں واضح

کردیا۔ ہمارے اس بیان کی تائید میں ہنری فورڈ کا یہ بیان کس قدر بلیغ معلوم ہوتا ہے کہ

"The future of Agriculture is bound up with industrialisation"

یعنی زراعت کا مستقبل صنعتی ترقی میں مضمر ہے۔ ہنری فورڈ کا یہ مسلک کہ

"Carrying industires into farms"

"صنعتوں کو کھیتوں تک پہنچاؤ" ہر طرح قابل تقلید ہے۔ اس ضمن میں ہم ایسی صنعتوں کے ناموں کو گنانے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے جو بہ سہولت دیہاتوں میں رائج ہو سکتی ہیں کیونکہ اکثر گھریلو صنعتیں زمانہ قدیم سے ہمارے دیہاتوں میں رائج تھیں۔ اگر ان صنعتوں کو پھر زندہ کیا جائے تو ان سے بہت کامیابی کی توقع ہو سکتی ہے اور گھریلو صنعتوں کے لئے شہروں سے زیادہ دیہات موزوں ہو سکتے ہیں اور انھیں کے ذریعہ دیہی تنظیم (Rural up lift) کی مہم بھی کامیاب ہو سکتی ہے۔

ہندوستان سے ذرا باہر نظر دوڑانے سے محسوس ہوگا کہ زرعی ترقی کسے کہتے ہیں اور متمدن ممالک کس منظم طریقہ سے زراعت سے حقیقی منفعت حاصل کرنے میں کوشاں ہیں چنانچہ روس، ہالینڈ اور بلجیم کی مثالیں اس زمانے میں محتاج بیان نہیں ہیں۔ مصر میں جس منضبط طریقے سے زرعی پیداواروں کو فروغ دیا جا رہا ہے وہ مشرقی ممالک کے لئے خاص طور پر قابل تقلید ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو مصر کی شائع کردہ رپورٹوں کے مطالعہ کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو عربی اور انگریزی زبان میں مشترکہ طور پر شائع ہوتی ہیں۔ اس وقت ہمارے پیش نظر ممالک متحدہ امریکہ کے محکمہ زراعت کی کارگزاری کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس کے کچھ اقتباسات ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مسٹر ہنری۔ ویلس وزیر کے الفاظ میں امریکہ کے محکمہ زراعت کی کیفیت حسب ذیل ہے:۔

"The Department is described as a thoroughly business-like institution and it has an army of over 20,000 able workers of every kind. The functions of the American Boards of Agriculture are performed by 17 Bureaux which act as an Intelligence Department by providing agriculturists with valuable information of every kind."

(Sir M. Visvesvaraya)

مسٹر ایلس بارکر اس اجمال کی توضیح دوسرے پیرایہ میں یوں کرتے ہیں

"The Department of Agriculture......acts like a University. A University has twofold purpose: research and tuition. The United States Board of Agriculture acts like a gigantic University. It carried out research by thousands of experts of its own. In addition, research is carried on independently by thousands of experts employed by the richly-endowed Departments of Agriculture belonging to the individual States. The results of these investigations and of the experiments made by private societies and individuals are collected, sifted and classified at Washington and are then communicated to the agriculturists by means of pamphlets, books, etc. ...The United states Department of Agriculture teaches not only by means of its publications it might fitly be described as the greatest Correspondence School in the world—but also by lecturing, as does every University."

(Ellis Barkar)

مذکورہ بالا بیانات سے بخوبی اس امر کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس طرح سائنٹفک اصولوں پر زرعی ترقی کے وسائل اختیار کئے جارہے ہیں۔ اور خصوصاً ایسی چیزوں میں جن میں قدرت کا زیادہ دخل ہے اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان پر بھی قابو پاکر ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جائے گویا زراعت میں بھی صنعت و حرفت کی طرح ایجادات و اختراعات سے کام لے کر ملک کو مالا مال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی ہے زمین کی زرخیزی تخموں کی اصلاح اور پیداوار میں اضافے کی نئی نئی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں یا اصطلاحی زبان میں "کاشت عمیق" کے طریقوں پر کثرت سے عمل ہورہا ہے جن کے خاطر خواہ ثمرات حاصل ہورہے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف ہمارے ملک میں ابھی تک یہی عقیدہ باقی ہے کہ زراعت میں سوائے قناعت کے ترقی کی کوئی راہ کھلی ہوئی نہیں ہے زمانہ قدیم سے جو ہَل بکھر کے نمونے چلے آرہے ہیں ان میں ذرا سے تغیّر و تبدل کو اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔ زراعت کا کاروبار بالعموم ایسے طبقے کے ہاتھ میں ہے جو زمانے کی ترقیات سے بے خبر ہے اور پھر پٹیل و پٹواری اور مہاجنوں کی اس طبقے پر بے جا سختیاں ہر قسم کی زرعی اصلاحات و ترقی میں ہمیشہ حائل رہتی ہیں۔ ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ حصول تعلیم کے بعد اس قابل نہیں رہتا کہ زرعی کاروبار کرسکے تاہم مغربی ممالک کی مثالیں دیکھ کر جدید طریقوں پر زرعی کاروبار کا شوق پیدا ہو چلا ہے۔ اور اگر یہی شوق صحیح اصولوں پر جاری رہے اور ملک کے عام حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے مناسب طور پر اس کی تبلیغ کی جائے کہ جدید طریقوں پر زراعت کی جائے تو بجا طور پر ہم یہ امید کرسکتے ہیں کہ ہماری یہ زرعی پستی زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہے گی۔

ہندوستان میں اس کی تبلیغ کا ایک ادارہ امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ (Imperial Council of Agricultural Research) ہے۔ نیز اکثر برطانوی صوبوں میں متعدد محکمہ جات۔ محکمہ زراعت۔ محکمہ علاج حیوانات محکمہ افزائش نسل حیوانات۔ زرعی انجمنین وزرعی کالج وغیرہ قائم ہو رہے ہین خود ہماری قلمرو میں بھی اس قسم کے ادارے موجود ہیں لیکن سب سے زیادہ جس چیز کی کمی ہے وہ اس بات کی ہے کہ ان محکموں کی تحقیقات اور عواقب سے عام کاشتکار بہت کچھ نابلد رہتے ہیں۔

یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کی عام ضروریات اور وسائل کا خیال رکھتے ہوئے متعدد آزمایشوں اور تحقیقات سے عوام کو باخبر کیا جائے اور حکومت کے ساتھ امراء۔ رؤساء اور عوام کا متحدہ اتحاد عمل ہو اور جیسا کہ ہم نے ابتدا میں بیان کیا ہے۔ یہ تمام اصلاحیں ایک مقررہ منضبطہ نظام العمل کے تحت ہونی چاہئیں جس میں زراعت کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے۔ ورنہ یہ واقعہ ہے کہ ملک میں نظام ساگر تو بن گیا تھا لیکن نظام ساگر کے اطراف کی زمین کی خصوصیات کے معلوم کرنے کی اس سے قبل کوئی سائنٹیفک کوشش نہیں کی گئی تھی اور نہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ وہاں کی زمین کون سی پیداوار کے لئے خاص طور پر موزوں ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر محکمۂ زراعت کی سالانہ رپورٹ بابتہ ۴۲-۱۳۴۱ف صفحہ (۱۵) پر یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ "نظام آباد کے علاقے میں نظام ساگر کی تعمیر کے بعد جس قسم کا نیشکر کاشت کیا جا رہا تھا اس کی کاشت غیر منفعت بخش ثابت ہونے لگی اور آخر سرکار نے خزانۂ آب جو بصرف کثیر تعمیر کروایا اور کروا رہی ہے اس کو کامیاب بنانے کے لئے نئے قسم کے نیشکر کی تلاش وتحقیقات کرنی ہوگی"۔ اس طرح تنگبھدرا پراجکٹ کی جو اسکیم ابھی زیر غور ہے اور اس قلمرو کا ہر بہی خواہ اسے جلد سے جلد رُو بہ عمل دیکھنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک کوئی

خاص تحریک اس قسم کی حکومت کے سامنے پیش نہیں کی گئی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا جاتا کہ علاقہ تنگبھدرا کی زرخیزی کی تحقیقات سائنٹفک اصولوں پر کی جائے اور معلوم کیا جائے کہ کن کن خاص پیداواروں کے لئے وہاں کی زمین موزونیت رکھتی ہے اور پراجکٹ کی تکمیل کے بعد کہاں تک نفع بخش حالت میں وہاں کاشت کی جاسکتی ہے۔ ہمارا یہ بیان صرف ان پراجکٹس کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہمارا یہ مطالبہ تمام قلمرو کی ایک باضابطہ زرعی تحقیقات سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام کسی ایک محکمہ کے بس کا نہیں ہے جب تک کہ یہ کسی خاص مجلس یا کمیشن کے سپرد نہ کیا جائے جس میں متعدد ماہران فن کو متحد کیا جائے تاکہ وہ تمام قلمرو کا دورہ کر کے معائنہ کریں اور اپنے مشاہدات اور غور کردہ تجاویز سے حکومت اور رعایا کو آگاہ کریں۔

ان معلومات سے استفادہ حاصل کرنے کی عملی صورت یہ ہونی چاہیئے کہ ہمارے ملک کی ذی استطاعت ہستیاں اس جانب متوجہ ہوں۔ زراعت کے نئے تجربے اور جدید آلات کے بہ سہولت استعمال کی توقع غریب کسانوں سے رکھنا سخت غلطی کا مرتکب ہونا ہے اور ساتھ ہی ان زرعی طیلسانیں سے بھی ہم اس کی امید نہیں کر سکتے جو معافی فیس اور رعایتی وظیفوں کے ذریعہ کالجوں سے اپنی درسی کتابوں کی تکمیل کرتے ہیں اور جن کے قبضہ میں ایک ایکڑ زمین بھی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے علم کی اپنے عمل سے مطابقت کر سکیں۔ یہ کام ہمارے طبقۂ امرا و جاگیرداران کا ہے کہ وہ نظری معلومات کی مدد سے ملک کی زراعت پیشہ آبادی کی اصلاح کریں۔ اور زراعت کی ترقی اور فروغ میں خاطرخواہ عملی حصہ لیں۔

ہماری قلمرو کے صرف چند امرا اور جاگیردار بھی اس طرف متوجہ ہو جائیں تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ زرعی کمیشنوں کی سفارشیں اور حکومت کی تمام کوششیں بآسانی کامیاب

ہو سکتی ہیں کیونکہ اول تو امرا اور جاگیر دار سرکاری حکام کے مقابلہ میں رعایا سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں ان کی حقیقی مشکلات کا صحیح اندازہ قائم کر سکتے ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کی مختلف تدابیر بتا سکتے ہیں۔ دوسرے اپنے ذاتی سرمایہ اور ذاتی زمین کی وجہ سے زرعی اصلاحات کا پوری طرح تجربہ کر سکتے ہیں اور پھر ان کی مثالیں ریاست کے دوسرے حصوں میں بطور نظیر کام دے سکتی ہیں۔ اور کسانوں کی حالت بہتر سے بہتر ہو سکتی ہے۔

# صنعت وحرفت کی ترقی کے امکانات

ملک کی ترقی کے لئے زراعت کے بعد صنعت وحرفت کا درجہ ہے بلکہ دورِ جدید کے رجحانات اور حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا کہ صنعت وحرفت کی اہمیت اس دور میں دیگر ذرائع دولت کے مقابلہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ دُنیا کے تمام ممالک میں وہی ملک ترقی یافتہ، متمول اور مہذب شمار ہو رہے ہیں جنھوں نے صنعتی فروغ کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے اور ایسا مسلک ان کے ہاتھ آگیا ہے کہ اس میں وہ جتنی زیادہ جدوجہد کر رہے ہیں اس سے وہ اتنا ہی زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ صنعتی کاروبار میں نہ موسم اور وقت کی پابندیاں حائل ہیں اور نہ علم معاشیات کی خاص اصطلاح میں اس پر قانون تقلیل حاصل کا عمل درآمد ہے کہ ایک خاص مقدار سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں بجائے فائدہ کے نقصان کا سامنا ہوتا ہو۔ انقلاب صنائع، مشین کا استعمال۔ سائنٹفک ایجادات اور اختراعات نے مصنوعات کی بے شمار راہیں نکال لی ہیں اور ملک کی ادنیٰ سے ادنیٰ اشیاء سے خاص طور پر افادہ حاصل کرنے کی اس درجہ قابلیت بڑھا دی ہے کہ گویا مٹی کو سونا بنایا جا رہا ہے۔ ملک کا ہر فرد نئے نئے طریقوں سے دولت پیدا کرنے میں مشغول نظر آتا ہے۔ جس میں اسے اپنی کافی ذہانت اور قابلیت کو استعمال میں لانا ہوتا ہے۔ اور وہ قدرت کی ان ودیعتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ صنعتی ممالک انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے

ترقی کے اعلیٰ منازل پر پہنچ رہے ہیں عام بیداری دولت کی افراط مرفہ الحالی اور خوش حالی کے ساتھ قوت اور طاقت میں بھی ان کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ یہ صنعتی ممالک اپنی ان خاص خصوصیات کے ذریعہ زرعی ممالک پر بہ آسانی اپنا تسلط بڑھاتے جاتے ہیں اور زرعی ممالک کی لاعلمی اور کم اہلی سے فائدہ اُٹھاکر ان کی زرعی پیداواروں کو نہایت سستے داموں حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور انھیں ادنیٰ سے ادنیٰ قسم کی مصنوعات کے لئے اپنا محتاج بنا لیتے ہیں۔ زرعی ممالک کو قدرت کی بے شمار پابندیوں کے باعث اپنے خاص حدود سے بڑھ کر ترقی کرنے سے محروم رہنا پڑتا ہے اور اپنی ذہانت اور قابلیت کے اظہار کے مواقع ان کے نصیب میں نہیں ہوتے جس کا نتیجہ جہالت افلاس کم مایگی اور بے بسی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

اِن نتائج اور عواقب کا خیال کرتے ہوئے زرعی ممالک بھی صنعت و حرفت کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سوئیڈن میں ۱۸۷۰ء میں جبکہ صرف (۱۶) فی صدی آبادی صنعت و حرفت کی طرف متوجہ تھی اور تقریباً (۷۰) فیصدی کے قریب آبادی زراعت پیشہ تھی لیکن تبدیلی مسلک کے ساتھ اب تقریباً (۵۰) فی صدی آبادی صنعت و حرفت میں مشغول نظر آتی ہے۔ روس جو زیادہ تر زرعی ملک کہلایا جاتا ہے اس کے اعداد اس کے شاہد ہیں کہ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان (۴۲) فی صدی سے (۷۰) فی صدی آبادی صنعت و حرفت اختیار کر چکی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف ہندوستان میں اور بالخصوص ہماری قلمرو میں آبادی کا بہت ہی کمتر حصہ صنعت و حرفت کی طرف مائل ہے۔ چنانچہ مردم شماری کی حالیہ رپورٹ مرتبہ بابتہ ۱۹۳۱ء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صرف (۱۵) فیصدی آبادی قلمرو آصفیہ میں صنعت و حرفت کی طرف مائل ہے اور گذشتہ مردم شماری ۱۹۲۱ء کے مقابلہ میں صنعت و حرفت کی آبادی کے تناسب میں کوئی خاص اضافہ نہیں معلوم ہوتا۔ اِس

لئے ہمارا یہ فرض اولین ہے کہ ہم اپنے ملک میں بھی صنعت و حرفت کی طرف آبادی کے کثیر حصہ کو متوجہ کریں۔ اس سے یہ ہرگز مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ زراعت یا دیگر پیشوں سے احتراز کریں ہماری ریاست میں زرعی ترقی کے جو امکانات ہیں ہم انھیں کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ زراعت کی ترقی کے ساتھ صنعت و حرفت کے جو مواقع ملک میں موجود ہیں انھیں ضائع نہ ہونے دیا جائے اور ان سے پوری طرح استفادہ کرنے کی کوشش کی جائے اس طرح ہم زراعت اور صنعت و حرفت دونوں کے فوائد سے پوری طرح متمتع ہوں گے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ پیشہ زراعت میں یہاں جو زاید از ضرورت آبادی مشغول ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف مائل ہو جائے گی اور زراعت میں مناسب تعداد کے ساتھ نفع بخش حالت میں کاروبار ہو سکے گا۔ دوسری طرف صنعتی ترقی سے ملک میں جو عام بیداری اور مرفہ الحالی پیدا ہوگی اس سے یہاں کی آبادی بدرجہ اتم مستفید ہو سکے گی۔

اس سلسلہ میں ہمیں ہمارے ملک کی نام نہاد قدیم صنعتوں کی حفاظت اور ترقی اور جدید صنعتوں کے امکانات سے کسی قدر تفصیل سے بحث کرنی ہوگی۔ ہماری قدیم صنعتوں کی ایک اجمالی فہرست حسب ذیل ہے۔

| | |
|---|---|
| دستی کاغذ سازی | صنعت لسٹر |
| رنگریزی اور چھپوائی | صنعت آلات حرب |
| صنعت کارزر | تانبے اور پیتل وغیرہ کے برتن |
| ہمرو مشروع اور کمخواب | کھلونا سازی |
| سیلا اور پگڑی | سونے اور چاندی کا نقشی اور جالی کا کام |
| اونی قالین | بیدری صنعت۔ چوڑی سازی |

مذکورۂ بالا تمام صنعتیں قدیم زمانہ میں اپنی خوبی اور صفائی کی وجہ سے نہ صرف اندرون ممالک محروسہ بلکہ ہندوستان اور بیرون ہندوستان تک میں مشہور تھیں اور ان کی کافی نکاسی ہوتی تھی لیکن مرور ایام کے ساتھ ساتھ یہ صنعتیں زوال پذیر ہیں۔ حکومت کی جانب سے ان کے سنبھالنے کی طرف کچھ عرصے سے کوشش کی جارہی ہے لیکن اس میں ابھی تک پوری طرح کامیابی نہیں ہوئی۔ اِن میں سے ہر ایک صنعت اپنی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیل طلب ہے لیکن ہم اپنے اس مضمون میں اجمالی طور پر ان کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ان میں سے بعض صنعتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ مشین کے رواج کی وجہ سے ان کی قدر اب جاتی رہی ہے یا مشین کے ذریعہ ان سے سستی چیزیں تیار ہونے کی وجہ سے اب قوم ان کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہورہی ہے۔ یہ صنعتیں موجودہ حالات کے تحت اس وقت تک تجارتی اصول پر کامیاب نہیں ہوسکتیں جب تک کہ ان میں جدید آلات واوزار سے کام لے کر نئے نمونوں پر انھیں تیار نہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر اورنگ آباد کے ہمرو اور کمخواب کی صنعت کو لیجئے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ صنعت اپنے کمال کی وجہ سے ہندوستان کی مشہور ترین صنعتوں میں شمار کئے جانے کی مستحق ہے اور اس کی تاریخی اہمیت کے مدِنظر دل یہ چاہتا ہے کہ اسے عجائب خانوں میں محفوظ رکھا جائے اور اس کی باعتبار قدامت جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ لباس میں موجودہ ذوق اور رجحان کا خیال کرتے ہوئے اس زمانے میں ایسے کتنے رنگین طبع حضرات ہمیں مل سکتے ہیں جو ہمرو اور کمخواب کی زرق برق شیروانیاں پہننا پسند کریں۔ کہیں کہیں شادیوں میں یہ منظر نظر آتے ہیں لیکن ان پر بھی انگشت نمائی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ لوگ اس قسم کے کپڑوں سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور باوجود ملکی صنعت ہونے کے ان کی طبیعت اس طرف

مائل نہیں ہوتی ان حالات کے تحت ہماری یہ تجویز ہے کہ کمخواب اور ہمرو اور مشروع کو بہ حیثیت ملکی صنعت ہونے کے ضرور باقی رکھا جائے لیکن ان میں اصلاح یہ کی جائے کہ ان کے رنگ اور ڈزائن نئے رجحانات اور شوق کی تکمیل کریں۔ ہماری حکومت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ان صنعتوں کے کارخانے والوں کو اس قسم کی مشینوں کے استعمال کی طرف توجہ دلائیں جس سے وہ ان صنعتوں کو نئے سانچوں میں ڈھال سکیں اور ہمارے پاس کی یہ صنعت صرف تاریخی یادگار کی حیثیت نہ رکھے بلکہ تجارتی اصولوں پر چلائی جا سکے۔ ہم نے صرف مثال کے طور پر اس صنعت کا یہاں تذکرہ کیا۔ اس قسم کی جس قدر بھی اور صنعتیں ہیں ان کے متعلق بھی ہمارا یہی مشورہ ہے۔ چنانچہ بیدری صنعت کے لئے بھی نئے ڈزائین کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح دستی کاغذ کے متعلق بھی ہمارے خیال میں اس قسم کی مشینوں کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے جن کے ذریعہ سستا اور صاف کاغذ تیار ہو سکے۔ اور یہ کاغذ بازاروں میں دیگر کاغذوں کے مقابلے میں تجارتی نرخ سے فروخت ہو سکے۔

جب تک ہم گھریلو صنعتوں کے متعلق نئے اصولوں کی ترویج پر زور نہیں دیں گے یہ گھریلو صنعتیں اپنے پاؤں پر آپ نہیں کھڑی ہو سکیں گی اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی تعلیم ان کے خاص خاص مقامات پر دی جائے تاکہ وہاں کی آبادی اس تعلیم سے فائدہ اٹھا کر ان صنعتوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہو سکے۔ اور ہماری امداد کا حقیقی منشار پورا ہو۔

**جدید صنعتیں** جدید صنعتوں سے ہمارا مطلب ان صنعتوں سے ہے جو کلوں کے ذریعہ اعلیٰ پیمانے پر کثیر سرمایہ سے کی جاتی ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں جو جدید صنعتیں رائج ہیں یا جن کے لئے مواقع موجود ہیں۔ ان میں حسب ذیل نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

(۲) زرعی پیداواروں سے متعلقہ صنعتیں :۔

۱۔ روئی کتوائی اور پارچہ بافی۔

۲۔ روغن دار تخم سے روغن کی کشیدگی۔

۳۔ تمباکو سے سگریٹ یا بیڑی سازی۔

۴۔ لکڑی کے گودے سے کاغذ سازی۔

۵۔ جنگل کی لکڑی سے دیاسلائی کی ساخت۔

(ب) دھاتوں سے متعلقہ صنعتیں۔ (معدنیات کے باب میں ان صنعتوں پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے)

(ج) گِل سازی سے متعلقہ صنعتیں ( Ceramic Industries )

(د) متفرق مصنوعات :۔

۱۔ صنعتِ چرم۔

۲۔ ٹوپی سازی۔

۳۔ نشاستہ سازی۔

۴۔ نمک سازی وغیرہ۔

مذکورۂ بالا صنعتوں میں سے بعض صنعتیں ایسی ہیں جن میں حکومت کی طرف سے کافی امداد مل رہی ہے اور دیگر صنعتیں ایسی ہیں جو خود اپنے ذاتی سرمایہ اور کوششوں سے ملک میں نام پیدا کر رہی ہیں اور تجارتی میدان میں آگے بڑھنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم ان صنعتوں کی اہم خصوصیات پر بحث کریں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان میں سے ہر صنعت ایسی ہے جس کو اگر صحیح اصول پر چلایا جائے تو وہ ہندوستان کے بازارو

میں اپنی جگہ آپ پیدا کر سکتی ہے۔

کوئی صنعت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کی ترقی کا دار و مدار اس میں کام کرنے والوں پر ہے۔ ہمیں یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ جاپان کی صنعتی ترقی تمام تر اس کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں پر مبنی ہے۔ چنانچہ ہیرالڈ۔ جی۔ ماولٹن (Herald J. Moulton) کی کتاب

"Japan - An Economic and Financial Appraisel"

میں جاپان کی صنعتی ترقی کے سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہاں (۵۵۹۴۸۱) کارخانوں میں سے (۵۰) فیصدی سے زاید کارخانے ایسے پائے جاتے ہیں جن میں مزدوروں کی تعداد (۵) اور (۹) کے درمیان ہے اور صرف اعشاریہ پانچ (۵ر) فیصدی کارخانے ایسے ہیں جن میں ایک ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ جاپان کی یہ مثال ہمارے پیش نظر ہے اور دوسری طرف جاپانی مصنوعات کی اُس کثرت سے بھی ہم واقف ہیں جس سے ہمارے بازار پٹے پڑے ہیں ظاہر ہے کہ ہیرالڈ جے ماولٹن (Herald J. Moulton) کے بیان کے مطابق ان مصنوعات میں سے اکثر ایسی ہوں گی جو ان کارخانوں سے بن کر آتی ہوں گی جن میں ۵ اور ۹ کے درمیان مزدور کام کرتے ہوں گے۔

کیا یہ چیز ہمارے لئے قابل توجہ نہیں ہے؟ کیا ہم اپنی ان صنعتوں کا جن کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے یا ان کے علاوہ اور نئی صنعتوں کا جدید طرز پر انتظام کریں تو جاپانی صنعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟

ہمارے پاس جس چیز کی کمی ہے وہ نہ مزدوروں کی ہے نہ سرمایہ کی اور نہ خام پیداوار کی۔ اصل میں کمی جس چیز کی ہے وہ ہماری تنظیمی قابلیت کی ہے۔ تنظیمی قابلیت پیدا کرنے کیلئے

ایک طرف ماہرانہ مشوروں کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسری طرف تجارتی نشیب و فراز سے واقفیت لازمی اور عام حالات کے مقابلے کی صلاحیت درکار ہوتی ہے۔

(۱) روئی کتوائی اور پارچہ بانی کی صنعت | ہماری ریاست میں پارچہ بانی کی صنعت کے لئے خام پیداوار یعنے روئی کی نہ صرف بہتات ہے بلکہ اعلیٰ قسم کی روئی بھی پیدا کی جارہی ہے اور اس میں مزید ترقی کے بہت سے امکانات موجود ہیں تقریباً پینتیس (۳۵) لاکھ ایکٹر زمین پر اس ریاست میں روئی کی کاشت کی جارہی ہے جو ہندوستان کی مجموعی زیر کاشت رقبہ کے مقابلہ میں (۱۴) فی صدی ہے۔ اور پیداوار کا لحاظ کرتے ہوئے برطانوی صوبوں کے مقابلہ میں اس کا چوتھا درجہ ہے۔

لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ریاست کی یہ پیداوار جس پر کہ ہمارے ملک کی کثیر آبادی کی زندگی کا دارومدار ہے خام حالت میں ریاست سے باہر جانے کی وجہ سے خود ریاست سے زیادہ ہندوستان اور دیگر ممالک کے لئے اضافۂ دولت کا سبب بن رہی ہے اور ہمارے ملک کو اس کی جو قیمت حاصل ہو رہی ہے اس سے کئی گنا زیادہ قیمت ہمیں ان اشیاء کے معاوضہ میں ادا کرنی پڑتی ہے جو اسی پیداوار سے دیگر ممالک سے تیار ہو کر آتی ہیں۔ اعداد و شمار شاہد ہیں کہ ہم کس طرح اپنے ملبوسات کی قیمت اپنے یہاں خام پیداوار کے کافی ذرائع رکھتے ہوئے دیگر ممالک کو ہر سال لاکھوں روپیہ کی صورت میں ادا کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ روئی اوٹنے کی گرنیاں ریاست میں تقریباً (۸۰۰) کی تعداد میں موجود ہیں لیکن ان کی کثرت ملک کے لئے اس وقت تک سودمند ثابت نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ پارچہ بافی کی ملیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہاں قائم نہ کی جائیں۔ ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام ریاست میں پارچہ بافی کی صرف چھ

ملیں ہیں اور ان کی بھی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے۔ ملک کی زبردست صنعت کی طرف سے ہماری یہ لاپروائی ہمارے لئے حقیقت میں نہایت شرمناک ہے ہمارے خیال میں موجودہ حالات کے تحت اس صنعت کی بقاو اصلاح کے لئے کوئی تدبیر اس وقت تک کارگر نہیں ہوسکتی جب تک کہ ریاست کے تمام باشندوں کو خود ریاست کے تیار شدہ کپڑے کے استعمال کی ترغیب نہ دلائی جائے خواہ کچھ عرصے کے لئے انھیں اس کی خاطر کسی قدر ایثار ہی سے کام کیوں نہ لینا پڑے۔ مثال کے طور پر عثمان شاہی ملز کے تیار شدہ کپڑے کے استعمال کو حیدرآبادی اپنا طرۂ امتیاز سمجھیں اور جس طرح کسی زمانہ میں ہندوستان میں کھادی کا کپڑا پہننا زبردست قومی خدمت سمجھا جاتا تھا اسی طرح یہاں اپنے سرمایہ سے قایم شدہ ملز کے کپڑے کے استعمال کو اپنا فرض اولین خیال کریں۔ ہمیں اپنے ملک کے تاجروں سے یہ اپیل کرنی پڑتی ہے کہ وہ اپنے ملک کے ملوں سے تیار شدہ کپڑوں کی نمائشی دکانیں قائم کرکے صنعت کی بقاو ارتقاء میں حصہ لیں۔ اور حکومت سے ہماری یہ استدعا ہے کہ وہ ماہرین فن کا ایک کمیشن مقرر کرکے ان موانعات کے انسداد کی کوشش کرے جو اس صنعت کی راہ میں آئے دن پیش آرہی ہیں۔

**روغن سازی** ہماری ریاست کی زمین روغن دار تخموں کی کاشت کے لئے ہندوستان اور دیگر متعدد ممالک کے مقابلہ میں جو امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور جس کثرت کے ساتھ ان کی پیداوار حاصل ہورہی ہے اس کا ذکر اس سے قبل کیا جاچکا ہے۔ لیکن یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جس فخر کے ساتھ ہم اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہیں اس حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد ہماری مسرتوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے کہ ملک کی یہ قیمتی زرعی پیداوار روئی کی طرح نہایت ارزاں داموں پر غیر ممالک کو برآمد کی جاتی ہے اور ہمارے ملک کی یہ زرخیزی اپنے زر

کے معاوضہ میں تانبے کے تناسب میں بھی قیمت حاصل کرنے میں ناکام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ چند سال سے روغن دار تخموں کو خام حالت میں برآمد کرنے کے بجائے ان سے روغن کی کشیدگی کا کام لیا جا رہا ہے۔ حکومت کی تحقیقات اور توجہ سے کچھ ہی عرصہ میں روغن کشیدگی کے کئی کارخانے ملک میں قائم ہو گئے ہیں اور ہماری ریاست سے اب کافی مقدار میں ارنڈی اور مونگ پھلی کے تیل کی برآمد کی جا رہی ہے جس کا تخمینہ اعداد ذیل سے ہو سکتا ہے۔

| نشان سلسلہ | تفصیل سنین | مونگ پھلی کا تیل | ارنڈی کا تیل |
|---|---|---|---|
| ۱ | سنہ ۱۳۴۰ف | ۱۰۱۳۹۵ من | .. |
| ۲ | سنہ ۱۳۴۱ف | ۱۱۹۷۲۱ 〃 | .. |
| ۳ | سنہ ۱۳۴۲ف | ۲۳۲۶۲۴ 〃 | ۹۶۹۹۰ من |
| ۴ | سنہ ۱۳۴۳ف | ۴۲۱۳۸۰ 〃 | ۱۲۳۷۴۱ 〃 |
| ۵ | سنہ ۱۳۴۴ف | ۳۴۳۰۰۵ 〃 | ۱۴۷۸۸۸ 〃 |
| ۶ | سنہ ۱۳۴۵ف | | ۱۵۸۸۸۹ 〃 |

لیکن جب ان تخموں کی خام پیداوار کا مقابلہ برآمد شدہ تیل کی مقدار سے کیا جاتا ہے تو اس صنعت کی کم مائگی کا پتہ چلتا ہے۔ جب تک ہمارے ملک کے تاجر اور کارخانہ دار متحدہ طور پر خام پیداوار کی مقدار کو روک کر اس سے تیل نکالنے کی کوشش نہ کریں ہمارے ملک کی اس دولت سے حقیقی طور پر استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

سگریٹ کی صنعت | حیدرآباد میں سگریٹ کی صنعت چار پانچ سال کے عرصے میں بہت ترقی

کرگئی ہے۔ اس غرض کے تحت چند مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں کے قیام نے اس ترقی کو اور زیادہ نمایاں کردیا ہے۔ خاص طور پر وزیر سلطان ٹوبیا کو کمپنی کی تنظیمی کارگزاری نے نہ صرف اندرون ممالک محروسہ سرکار عالی بلکہ برطانوی ہند کے بازاروں میں بھی کافی تسلط حاصل کرلیا ہے اور شرکار کمپنی کو جس اعلیٰ شرح سے اس کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے اس کی مثال ریاست کی کوئی اور صنعت پیش نہیں کرسکتی۔

لیکن یہاں یہ امر خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ سگریٹ کی صنعت میں جو خام پیداوار استعمال کی جارہی ہے اس کی کثیر مقدار بیرون ریاست، برآمد کی جاتی ہے - خود ریاست میں تقریباً (۷۲) ہزار ایکڑ زمین پر تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے اور سالانہ (۳۶) ملین پونڈ تمباکو پیدا ہوتا ہے مگر چونکہ یہاں کا تمباکو سگریٹ کے لئے موزوں بنانے کی طرف کوشش نہیں کی جارہی ہے۔ لہٰذا اس سے حقیقی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔

ہمارے خیال میں سرکاری محکمہ جات متعلقہ اس سلسلہ میں خاص طور پر تحقیقات کریں اور سگریٹ تیار کرنے والی کمپنیاں مقامی تمباکو کو اس قابل بنانے کی تدابیر اختیار کریں، تو ہمارے ملک کی یہ خام پیداوار جو نہایت سستے داموں باہر جارہی ہے اپنے صنعتی مرتبہ کے حاصل کرنے میں کسی طرح پیچھے نہیں رہ سکتی اور صحیح معنوں میں سگریٹ کی صنعت ریاست کے لئے نفع بخش ثابت ہو سکے گی۔

**شکر سازی** شکر سازی کے لئے کارخانوں کے قیام کے متعلق کچھ عرصے سے ہماری قلمرو میں خاص کوششیں کی جارہی ہیں۔ (۳۵) لاکھ کے سرمایہ سے ایک کمپنی کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ نیشکر کی کاشت کی روز افزوں ترقی اور خاص کر نظام ساگر کی تعمیر کے بعد مزید رقبول میں نیشکر کی کاشت کا آغاز اس صنعت کے لئے زبردست دعوت عمل دے رہا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم ریاست میسور کی کوششوں کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے شکر سازی کا خیال میسور اور حیدر آباد کی حکومتوں کو ایک ساتھ پیدا ہوا جب کہ شملہ میں شکر سازی کی کانفرنس میں دونوں حکومتوں کی جانب سے نمایندوں نے شرکت کی تھی لیکن اس خیال کو عملی جامہ پہنانے میں میسور کی حکومت سبقت لے گئی اور اس قدر قلیل عرصے میں وہاں دو بڑی بڑی کمپنیاں قایم ہوگئی ہیں جن کے تحت کئی شکر کے کارخانے شکر سازی میں مشغول ہیں اور وہاں کی شکر کافی مقدار میں دیگر علاقوں میں برآمد کی جارہی ہے لیکن ہماری قلمرو میں ہنوز اس صنعت کا روز اول ہے۔

بعض اہل الرائے اصحاب کے نزدیک نیشکر کے علاوہ شریفے (سیتا پھل) سے بھی شکر تیار کی جاسکتی ہے اور ہمارے ملک میں اس پھل کی پیداوار جس کثرت سے ہوتی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا تجربہ بھی کیا جاسکتا ہے اور کامیابی کی صورت میں شریفے سے شکر تیار کرنے کے کارخانے قایم کئے جاسکتے ہیں۔

اس زمانے میں جبکہ ہندوستان میں شکر سازی کی صنعت کی ترقی کی طرف بڑی سرعت کے ساتھ توجہ کی جارہی ہے ہمیں اس صنعت کو ترقی دینے میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کرنی چاہیئے ورنہ باہر کے کارخانوں سے ہمیں بعد میں بہت سخت مقابلہ کرنا ہوگا۔

کاغذ سازی | ممالک محروسہ سرکار عالی کے شمالی مغربی حصے کے جنگلات جو کسی زمانے میں درندوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے وہ اب ترقی یافتہ انسانوں کی خدمت میں اپنی متاع زر پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔ انتظار صرف اس کا ہے کہ ملک کے چند فرہاد اور مجنوں ان کی بادیہ پیمائی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس زمانے میں شیشم اور ساگوان کی لکڑی ہی ان جنگلات کا تنہا خزانہ نہیں بلکہ ان کی تہ میں ڈھونڈھنے والوں کو کوئلے، لوہے اور سنگ مرمر کی کانوں کا بھی پتہ

مل گیا ہے (جن کی تفصیلات مختلف عنوانات کے تحت اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں) اور ان ہی جنگلات کی پیداوار سے کچھ تجربوں کے بعد اس کی توقع بھی پیدا ہوگئی ہے کہ کاغذ سازی اور دیا سلائی کے زبردست کارخانے قایم کرکے ان جنگلات سے استفادہ کی صدہائی راہیں نکالی جاسکتی ہیں۔

ماہرین فن کی مرتب کردہ رپورٹ کے تخمینہ کے بموجب ضلع عادل آباد کے جنگلوں کی لکڑی کے گودے ( Pulp ) سے سالانہ ۶ ہزار ٹن کاغذ تیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس علاقے میں اعلیٰ قسم کے بانس کی بہتات ہے اور اس کے قریب ہی تیس میل کے فاصلے پر کوئلے کی کانیں موجود ہیں جن سے قوت متحرکہ کی فراہمی میں بہت سی سہولتیں اور کفائتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ ان ہی ماہرین کی یہ رائے ہے کہ بانس اور کوئلے کی قربت کی کوئی اور خصوصی نظیر ہندوستان کے کسی اور علاقے میں نہیں مل سکتی۔ اور بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہاں کاغذ کے جو کارخانے قایم کئے جائیں گے ان میں ہندوستان کے دیگر کارخانوں کے مقابل کاغذ سازی کے اخراجات میں فی ٹن چالیس روپیہ کی کفایت ہوگی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کے دیگر کارخانوں کے مقابلے میں یہاں کے کارخانے نہایت نفع بخش حالت میں کاغذ تیار کرسکیں گے۔

یہ امر ریاست کے مستقبل کے لئے نہایت خوش آیند ہے کہ ملک کے اکثر سرمایہ دار کاغذ سازی کی صنعت کو اعلیٰ پیمانے پر چلانے کے لئے تیار ہوگئے ہیں اور لاکھوں روپئے کے سرمایہ سے ایک کمپنی کی تشکیل کی جارہی ہے۔ ہمارے خیال میں اگر ماہران فن کے مشوروں کی روشنی میں تنظیمی قابلیت کے ساتھ یہ کام ہاتھ میں لیا جائے تو اس میں بہت کامیابی ہوسکتی ہے۔

**دیا سلائی** | کاغذ سازی کی طرح ملک میں دیا سلائی کی صنعت کے لئے بھی کافی وسائل موجود ہیں اور خصوصاً ضلع عادل آباد کی لکڑی اس صنعت کے لئے بھی بہت زیادہ موزوں ہے۔ اِس وقت ہماری ریاست میں تین چار کارخانے بھی ایسے موجود ہیں۔ جہاں دیا سلائی تیار کی جارہی ہے۔ لیکن بیرونی مسابقت کی وجہ سے جب تک اعلیٰ پیمانہ پر اس کی ساخت کا انتظام نہ کیا جائے چھوٹے کارخانے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جس طرح کاغذ سازی کے لئے مشترکہ سرمایہ کے ذریعہ کام لیا جارہا ہے دیا سلائی کے لئے بھی اس اصول پر کاربند ہونے کی سخت ضرورت ہے۔

**گل سازی (سرامک انڈسٹریز)** | جدید سائنٹفک ایجادات کے ذریعہ ترقی یافتہ ممالک میں ڈھالو سے قطع نظر صرف مٹی کے ذریعہ مختلف مصنوعات تیار کی جارہی ہیں اور اگر ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ کیمیا کا نسخہ معلوم کئے بغیر اس زمانے میں مٹی کو مختلف مصنوعات کی شکل میں حقیقتہً سونا بنایا جارہا ہے۔ اگر مٹی کی مختلف صنعتوں کا جائزہ لیا جائے تو تعمیر امکنہ جیسی ضروریات زندگی میں مٹی کی اشیاء، اینٹ، کویلو شامل ہیں اور زینت و آرائش میں مٹی کے کونڈے، گل دانیں کھانے کے برتنوں میں رکابیاں، پیالے، ہانڈیاں۔ مرتبانیں، صراحیاں وغیرہ زندگی کا جزو لاینفک بن گئی ہیں اور بچوں کے لئے اس کے رنگین کھلونے کافی خوشنما ہوتے ہیں۔ اس صنعت کی ایک خاص خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی تیاری میں زیادہ سرمایہ اور مشینوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مقامی اشیاء سے مقامی سرمایہ کے ذریعہ مقامی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہے اور اس کے لئے کسی خاص قسم کی مٹی درکار نہیں ہوتی بلکہ ہر جگہ کی مٹی سے حسب منشاء کام لیا جاسکتا ہے۔ صرف ضرورت واقف داں اور تجربہ کار ماہران فن کی ہوتی ہے۔ ہماری قلمرو کی مٹی بھی اپنے اندر زر کی وہی خصوصیت رکھتی ہے جو دیگر ممالک کی مٹی کے حصے میں ہوتی ہے۔

ہمیں تعجب اس بات کا ہے کہ اس قدر سستی اور ضروریات زندگی کے لئے لابد صنعت کی طرف ہماری قلمرو میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی گئی مٹی کا جو کچھ بھی سامان ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ وہی ہزاروں سال کی قدیم طرز پر تیار شدہ ہوتا ہے لیکن ابھی حال میں جدید اصولوں پر ایک کارخانہ کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں ہمارے ملک کے ایک قابل قدر انجینیر مولوی تجمل حسین صاحب نے امریکہ سے اس فن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کافی دستگاہ حاصل کی ہے اور ان کی کوششوں سے یہاں اس صنعت کا جدید طریقوں پر آغاز ہوا ہے۔ اور ایک کارخانہ تاج کلے ورکس کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔

اس کارخانے کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حکومتی امداد کے بغیر اس میں تجارتی اصولوں پر کاروبار ہونے کے ساتھ مزید تحقیقات کا کام بھی جاری ہے اور ساتھ ہی کافی تعداد میں بچوں کو یہ کام سکھایا جاتا ہے۔ یہاں کی سائنٹفک اصولوں پر تیار کی ہوئی اینٹوں کی ملک میں کافی مانگ بڑھ گئی۔ اس اینٹ کی چند خصوصیتیں یہ بیان کی جاتی ہیں کہ یہ اپنی مضبوطی میں لکڑی سے پندرہ گُنا زیادہ پائیدار ہوتی ہیں اور وزن میں بہت ہلکی ہوتی ہیں۔ اس اینٹ کے تیار شدہ مکانات میں ایک خوبی یہ بھی محسوس کی جارہی ہے کہ اس میں "چوہوں" کا دخل نہیں ہو سکتا اور پلیگ سے حفاظت میں یہ اینٹیں بڑا کام دے سکتی ہیں۔

مٹی کی صنعت کی اہمیت اور اس کی مختلف النوع مصنوعات کا لحاظ کرتے ہوئے ہمارے خیال میں اس کی ترقی کے بہت سے امکانات ملک میں موجود ہیں اور اگر اسی طرح سائنٹفک اصولوں پر اس میں کام کیا جائے تو عجب نہیں کہ ہمیں پھر "بنگلور ٹائلس" کی محتاجی باقی نہ رہے۔ اور ہمارا ملک اس صنعت میں ہندوستان کے لئے قابل تقلید نمونہ پیش کر سکے۔

صنعت چرم | ہمارے ملک سے کثیر مقدار میں چرم خام کی برآمد کی جارہی ہے حالانکہ اس کی مصنوعات

کی خود ملک میں شدید ضرورت ہے جو دیگر علاقوں سے یہاں درآمد کی جارہی ہیں۔ یہاں اب تک اس کے جو کارخانے قائم ہوئے ہیں وہ بہت معمولی ہیں۔ ہمارے یہاں اس صنعت کو فروغ دینے کے لئے ماہرین فن موجود ہیں اگر ان کے مشوروں سے کام لے کر یہاں ایک بڑا کارخانہ قایم کیا جائے تو اس صنعت کو کافی ترقی ہوسکتی ہے اور چمڑے کی بنی ہوئی مختلف اشیاء خود ملک ہی میں مہیا ہوسکیں گی اور اس کے لئے ہمیں کانپور اور لکھنؤ کے کارخانوں کا محتاج نہیں بننا پڑے گا۔

**ٹوپی کی صنعت** ترکی ٹوپی کی صنعت اور استعمال کے متعلق ہمارے ملک کے اخباروں میں کچھ عرصہ قبل مضامین شائع ہورہے تھے بعض لوگوں کے نزدیک غیر ملکی صنعت ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کردینا مناسب ہے لیکن ملک کا عام رجحان اس ٹوپی کی خوش وضعی کے باعث اس کے استعمال کی جانب تیز تر ہورہا ہے۔ اس صورت میں جیسا کہ ایک مضمون نگار صاحب نے تجویز کیا ہے کہ ہمارا ملک اس صنعت کی جانب متوجہ ہوجائے۔ ہمارے خیال میں بہت مناسب اور حالات وقت کے لحاظ سے ازحد ضروری ہے اور اس کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ حیدرآباد کے وہ تاجر جو خاص طور پر فرمائش کرکے یورپ سے ٹوپیاں تیار کراکے منگواتے ہیں وہ اپنے اس سرمایہ سے خود یہاں ایک کارخانہ قایم کردیں۔ اگر ضرورت سمجھی جائے تو چند ماہرانِ فن کو یورپ سے طلب کرلیا جائے یا بہتر صورت یہ ہوسکتی ہے کہ یہاں سے کچھ حضرات یورپ جاکر یہ صنعت سیکھ آئیں اور ظاہر ہے کہ ان ٹوپیوں کی فروخت کا نہ صرف ممالک محروسہ بلکہ تمام ہندوستان میں انتظام ہوسکتا ہے۔

اس طرح ہماری صنعتوں کی ترقی کی راہ کھل چکی ہے لیکن ان میں ابھی کافی ترقی کی ضرورت ہے۔ اگر سائنٹفک اصولوں پر تحقیقات جاری رہیں تو ہم معمولی معمولی اشیاء سے اس قدر فائدہ اٹھاسکتے ہیں کہ ہندوستان کا کوئی صوبہ یا ریاست ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہمارے پاس

جو تحقیقاتی کام حکومت کی جانب سے ہمارے "صنعتی معمل" میں ہوا ہے اس کی ایک چھوٹی سی نظیر ہم آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ جوار سے نشاستہ بنانے کی ترکیب ہے اس تجربہ سے یہ معلوم کیا گیا ہے کہ ہمارے پاس کی جوار جو ہندوستان میں پیداوار کے لحاظ سے پہلا درجہ رکھتی ہے اس سے کافی مقدار میں نشاستہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس نشاستہ کا استعمال اور اس کی ساخت کا تجارتی پہلو جناب ڈاکٹر خواجہ حبیب حسن صاحب چیف کیمسٹ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"پارچہ بافی اور کاغذ سازی میں نشاستہ بکثرت استعمال کیا جا سکتا ہے اگر اس کی ساخت میں کوئی کیمیائی عمل نہ کیا جائے تو بہت سی مصنوعات میں جو کھانے سے متعلق ہیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نشاستہ کی بدولت ارزاں قسم کی جوار سے اعلیٰ درجہ کی قیمتی شے تیار کی جا سکتی ہے جو ہر طرح سے قابل قدر اور منفعت بخش ہے۔ سرکاری صنعتی معمل میں جو سہل طریقہ ایجاد کیا گیا ہے اس سے ہر طرح نفع کی امید ہے۔ تقریباً ۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ کا نشاستہ بمبئی کے پارچہ بافی کے کارخانوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور تقریباً (۲) لاکھ روپیہ سالانہ کا نشاستہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں درآمد ہوتا ہے جو نہایت آسانی سے ملک ہی میں تیار کیا جا سکتا ہے۔

نمک سازی | اس طرح ملک میں نمک سازی کے امکانات کے متعلق بھی محکمہ سے ابھی حال میں ایک رپورٹ شائع کی گئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تقریباً ۲۵ لاکھ روپیہ کا نمک ریاست ہی میں تیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ابھی تک اس جانب باضابطہ طور پر کوئی عملی اقدام نہیں ہوا ہے

اس قسم کے اور بہت سے تحقیقاتی کام عوام کے سامنے پیش کئے گئے ہیں لیکن ابھی کاروباری ذہنیت کے پیدا نہ ہونے کی وجہ سے ملک اس طرف متوجہ نہیں ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں ابھی ایسی بے شمار مصنوعات ہیں جن کی طرف اگر توجہ کی جائے اور کافی سرمایہ استعمال ہیں

لایا جائے تو بہت کامیابی ہوسکتی ہے۔

اس تمام تفصیل سے منشا یہ ہے کہ صنعتی کاروبار کی طرف زیادہ سے زیادہ کوشش کی جانی چاہیئے۔ ہم نے اب تک جو ترقی کی ہے اس کا تھوڑا بہت تذکرہ یہاں کر دیا گیا ہے اور اور اس کے بعض اعداد اور گراف مضمون کے آخر میں بھی شریک کئے جا رہے ہیں۔ جب اپنی اس حالت کا اندازہ برطانوی ہند کے صوبوں اور ریاستوں سے کرتے ہیں تو اس وقت ہماری صحیح حالت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے ہم نے آخر میں مختلف اعداد کے ساتھ ہماری ریاست کے صنعتی سرمایہ کا مقابلہ کیا ہے اس کے دیکھنے سے ہمارے اس بیان کی کافی تصدیق ہوسکتی ہے جیسا کہ ہم نے ابتدا میں بیان کیا کہ ہماری معاشی ترقی کے لئے جب تک ایک منظم لائحہ عمل مرتب نہ ہو اس وقت تک ہماری ترقی صحیح اصولوں پر نہیں ہوسکتی اور ہمیں اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا کہ ہماری صنعتی ضروریات کیا ہیں اور کیا ہوسکتی ہیں اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ ماہرانِ فن کا ایک کمیشن ملک کے صنعتی وسائل اور ان کی ترقی کے امکانات کی تحقیقات کرے اور ان کو اختیار کرنے کی مختلف تدابیر سے عوام کو واقف کرے۔

برطانوی ہند میں جدید دستوری حکومتوں کے تحت جو صنعتی پروگرام مرتب کئے جا رہے ہیں اور مختلف کمیشن مقرر کئے جا کر تحقیقات عمل میں لائی جا رہی ہیں وہ ہمارے لئے یقیناً قابل تقلید ہیں۔ اور اگر ہم اس جانب فوری طور پر متوجہ نہیں ہوئے تو یقیناً برطانوی ہند کے اکثر علاقے ہم سے اس قدر آگے بڑھ جائیں گے پھر ان کا مقابلہ نہ صرف ہمارے لئے دشوار ہو جائے گا بلکہ ان کی ترقی ہمارے مزید تنزل کا پیش خیمہ بنے گی۔

---

# معدنی ذخائر

معدنی ذخائر کی کثرت کے لحاظ سے قلمرو آصفیۂ ہندوستان کے کسی صوبہ یا ریاست سے پیچھے نہیں ہے۔ یہاں الماس سے لے کر کوئلے تک کی معدنیں موجود ہیں لیکن جدید علمی اصولوں پر ان کی تلاش و تحقیقات نہ ہونے کی وجہ سے عوام کو ان سے بہت زیادہ لاعلمی ہے۔ اور ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ قدرت کے کتنے خزانے سلطنت آصفیہ میں بکھرے پڑے ہیں عام طور پر یہاں کی معدنیات میں سونا۔ کوئلہ۔ لوہا۔ تانبا۔ ابرک۔ سیسہ۔ کھریا۔ سنگ سیلو سنگ بلور۔ چونے کا پتھر۔ سنگ مرمر وغیرہ کے نام لئے جاتے ہیں۔ جواہرات کے متعلق بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے کسی اور علاقہ میں اس قدر کثرت سے دستیاب نہیں ہو سکتے۔ گولکنڈہ کے ہیرے محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ہیرے کی کانیں گولکنڈہ کے علاوہ ضلع رائچور کے دیہات پرتیاں۔ قادر کھیڑ۔ ستاپلی اور ضلع ورنگل میں تعلقہ پالونچہ اور اطراف بلدہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح یاقوت بھی تعلقہ پالونچہ و تعلقہ میڑچل میں موجود ہیں۔ چنانچہ قطب شاہی دور میں کثرت سے یاقوت نکالے گئے تھے۔ یہاں کا الماس خاص شہرت رکھتا ہے اس کے علاوہ بیدر کے قرب وجوار میں نیز عادل آباد میں معدنی چشمے بھی موجود ہیں لیکن ان کی تفصیلات سے ہمیں بے خبری ہے۔ تھامس گرے اور علامہ طباطبائی کی شاعری یہاں امر واقعہ بن کر ہمارے سامنے یہ نقشہ پیش کرتی ہے کہ:۔

بہت سے گوہر شہوار باقی رہ گئے ہونگے کہ جن کی خوبیاں پوشیدہ ہیں تہ میں سمندر کی
ہزاروں پھول دشت و دریں ایسے بھی کھلے ہونگے کہ جن کے مسکرانے میں ہے خوشبو مشک ازفر کی

ان ذخائر سے حقیقی طور پر مستفید ہونے میں جہاں لاعلمی اور کم حوصلگی مانع ہوتی ہے وہاں دوسری طرف قانونی طور پر وہ مراعات اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیتے جو ۱۸۸۶ء میں ایک دوامی پٹہ کی شکل میں ۹۹ سال کے لئے متعدد علاقوں میں مختلف معدنیات کے متعلق ایک بیرونی کمپنی کو عطا کئے گئے۔ ان مراعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری قلمرو کو اپنی قیمتی معدنوں سے حقیقی طور پر مستفید ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ سونے اور کوئلے کی کانوں سے جہاں اس کمپنی نے کروڑوں روپیے کی رقم حاصل کی وہاں ہماری حکومت کو صرف (۵) فیصدی کے حساب سے حق مالکانہ ملتا رہا۔ سرسری طور پر ہم یہاں چند معدنیات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

**کوئلہ** تمام ہندوستان میں کوئلہ کی جو مقدار پیدا ہوتی ہے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمارے قلمرو کا تیسرا درجہ ہے۔ سنگارینی کالریز کمپنی نے جن علاقہ جات میں کوئلہ نکالنے کا پٹہ حاصل کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

چنور۔ الاپلی۔ سرنگاپلی۔ شمالی گوداوری۔ کاماوارم۔ سنگارم
کوٹھاگوریم۔ پالونچہ۔ تانڈور۔ سیوادارم۔ وردھادیلی۔ یلندو۔

آصف آباد کے بعض حصوں کا پٹہ سردارا بھائی سرفضل بھائی۔ کریم بھائی وغیرہ کو ملا تھا لیکن وہ بھی اب سنگارینی کالریز کے قبضہ میں آگیا ہے۔ اس کمپنی نے ۱۹۱۰ء تا ۱۹۳۴ء تک جس مقدار میں کوئلہ برآمد کیا اور اس کی جو قیمت حاصل کی وہ محکمہ معدنیات کی مرتب کردہ رپورٹ کے مطابق حسب ذیل ہے۔

جملہ مقدار کوئلہ ......... ۱۵۵۷۶۱۵۴ ٹن

رقم ......... ۹۴۲۰۴۲۲۱ روپیہ

سونا | قلمرو میں سونے کی نکاسی کا کام آجکل بند ہے لیکن کچھ سال قبل ضلع رائچور میں جب اس کا کام جاری تھا اس وقت اپنی مقدار کے لحاظ سے یہاں کا دوسرا درجہ تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۲۰ء تک سونے کی برآمد کرنے کا اندازہ حسب ذیل اعداد سے کیا جاسکتا ہے۔

برآمد ......... (۱۴۷۷۶۲) اونس

رقم ......... (۸۰۹۲۱۶۵) روپیہ

سنہ ۱۹۲۰ء سے بعض وجوہات کی بناء پر سونے کی نکاسی نہیں کی جارہی ہے لیکن محکمہ فینانس اس کام کو دوبارہ شروع کرنے کی تدابیر پر غور کر رہا ہے۔

لوہا | قلمرو آصفیہ میں لوہے کی کانیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ زمانہ قدیم میں یہاں کی کانوں سے جو لوہا نکالا جاتا تھا وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے تمام دنیا میں مشہور تھا۔ چنانچہ بیدر کا فولادی کام آپ اپنی نظیر سمجھا گیا۔ اسی لوہے کی تلواریں تیار کی جاتی تھیں اور بندوق اور توپیں ڈھالی جاتی تھیں۔ خود حیدرآباد شہر میں توپ کا سانچہ اس کی یادگار ہے لیکن سستے قسم کے لوہے کی درآمد نے اور دیگر متعدد اسباب کی بناء پر لوہے کی صنعت حیدرآباد میں زوال پذیر ہونے لگی تاہم اس کی کانیں ناندیڑ۔ گلبرگہ۔ رائچور۔ عثمان آباد۔ کریم نگر۔ بیدر اور ورنگل میں پائی جاتی ہیں۔ یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ یہاں حال حال میں مشترکہ سرمایہ دار کمپنی دس لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ کے سرمائیہ مجوزہ سے اس غرض کے لئے قائم ہوئی ہے کہ وہ لوہے کی مصنوعات تیار کرے۔ خصوصاً اس کے پیش نظر ایسی مصنوعات تیار کرنا ہے جن کا تعلق زرعی آلات سے ہے چنانچہ اس کی وجہ سے ایک طرف زرعی آلات کی فراہمی میں سہولت کے امکانات پیدا

ہوگئے ہیں اور دوسری جانب خود لو ہے کی صنعت کی ترقی کے لئے راستہ صاف ہوگیا ہے۔

**چونے کا پتھر** | چونے کا پتھر نہایت کثرت کے ساتھ قلمرو کے اکثر حصوں میں پایا جاتا ہے جو چھتوں اور فرش کے لئے بہت زیادہ کام میں آتا ہے۔

۱۹۱۰ء تا ۱۹۳۴ء سنگ سیلو تقریباً بیس لاکھ روپیے کے قریب فروخت ہوا اور یہ امر باعث طمانیت ہے کہ اس میں زیادہ تر حیدر آبادیوں ہی کو فائدہ پہنچا۔

**سمنٹ** | مزید برآں چونے کے پتھر سے سمنٹ تیار کرنے میں بھی بہت زیادہ کامیابی ہوئی ۱۹۱۹ء سے اس کے متعلق ایک باضابطہ اسکیم کے تحت اس کا کاروبار شروع ہوا جو (۵۰) لاکھ کے سرمایہ سے شاہ آباد سمنٹ کمپنی کے زیر نگرانی رہا۔ ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۴ء تقریباً ۳ کروڑ روپیہ کے قریب سمنٹ تیار کیا گیا۔ حکومت کی جانب سے اس کی ترقی میں کافی حصہ لیا جارہا ہے اگرچہ کہ شاہ آباد سمنٹ کمپنی جو کچھ عرصہ قبل قانون کمپنی ممالک محروسہ سرکار عالی کے تحت رجسٹرڈ تھی اب مسدود ہو کر ہندوستان کی ایک متحدہ کمپنی "اسوسٹیڈ سمنٹ کمپنی" میں ضم ہوگئی ہے اور اس کا علیحدہ وجود باقی نہیں رہا ہے۔ لیکن سمنٹ کمپنیوں کے متحدہ نظام کے تحت شاہ آباد کے علاقہ میں سمنٹ کی تیاری مزید کفایت اور منافع کے ساتھ جاری ہے اور ہندوستان کے وسیع بازاروں میں ان کی فروخت میں متعدد سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ سمنٹ کی صنعت میں ترقی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جہاں ۱۹۱۴ء-۱۶ء کے درمیان (۸۵۰۰۰) ٹن سمنٹ تیار کیا گیا تھا ۱۹۳۶ء میں صرف ایک سال کے دوران میں (۱۴۶۵۰۰۰) ٹن سمنٹ تیار ہوا اور اس مقدار میں ابھی مزید اضافہ کی توقع کی جارہی ہے۔ اس طرح حیدر آباد کے صنعتی مستقبل کو شاندار بنانے میں سمنٹ کی صنعت کو کافی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

**سنگ مرمر** | چند سال قبل سنگ مرمر کی کانیں ہمارے ملک کے قابل انجنیر مولوی نظام الدین صاحب مرحوم

نے مختلف مقامات میں دریافت کیں ان ہی کی کوششوں سے سنگ مرمر برآمد کرنے کے لئے ایک کمپنی کی تشکیل عمل میں آئی جس کے ذریعہ اس کا کام آغاز ہو گیا ہے۔ اور مختلف اقسام کا سنگ مرمر برآمد کیا جا رہا ہے۔ اور ماہرین کا یہ تخمینہ ہے کہ تقریباً تین ہزار ٹن سنگ مرمر کی سالانہ برآمد کی جاسکے گی جس کا مقابلہ اٹلی کے اعلیٰ قسم کے سنگ مرمر سے بہ آسانی کیا جاسکے گا۔ اس وقت مختلف النوع اقسام کا سنگ مرمر دستیاب ہو رہا ہے اور اگر اس کی طرف کافی توجہ کی گئی تو اس میں ترقی کے بہت امکانات ہیں۔

**تانبا** اضلاع عادل آباد اور نظام آباد میں اس کی کانیں پائی جاتی ہیں لیکن ابھی تک ان کی نکاسی کا کوئی انتظام نہیں ہوا۔

**ابرک** ہمارے قلمرو میں ابرک کی کانیں رائچور۔ میدک۔ اطراف بلدہ وغیرہ میں موجود ہیں۔

ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی معدنیات سے پوری طرح استفادہ حاصل کرنے کی طرف اب تک کوئی منظم کوشش نہیں کی گئی بیرونی کمپنیوں نے جن معدنیات کے متعلق ان کے حقوق پٹہ پر لے لئے ہیں ان سے تو مدت مقررہ تک ہم مستفید نہیں ہو سکتے لیکن جن معدنیات پر ان کا دخل نہیں ہے ان سے استفادہ حاصل کرنے کی طرف ہمیں جلد سے جلد توجہ کرنی چاہیئے سنگ سیلو اور سمنٹ کے سلسلہ میں ہمارے ملک کی جانب سے جو کام ہوا ہے وہ بہت کچھ اطمینان بخش ہے اور ہمارے ملک کے بہت کچھ توقعات ان کی ترقی سے وابستہ ہیں۔ مگر سنگ مرمر کی معدن کے سلسلہ میں جو کام ہمارے ملک میں ہو رہا ہے وہ غیر اطمینان بخش ہے۔ ہمارا عینی مشاہدہ ہے کہ ضلع یلندو میں جہاں ایک طرف کوئلے کی کانیں ہیں وہاں بیرونی کمپنی کی نگرانی میں کئی سو فیٹ زیر زمین ہزاروں مزدور کام میں مشغول ہیں اور مسلسل چوبیس گھنٹے بلا کسی وقفہ کے کام ہو رہا ہے اور ہر منٹ کئی کئی ٹن کوئلے کی برآمد کی جارہی ہے اور دیگر انتظامات نہایت ہی معقول اور

باقاعدہ ہیں لیکن دوسری جانب جہاں سنگ مرمر کی کانیں سطح زمین پر دریافت ہوئی ہیں وہاں ملکی کمپنی کی نگرانی میں کام ہو رہا ہے جس میں اب تک کوئی باقاعدگی پیدا نہیں ہوئی۔ دن میں بمشکل چھ گھنٹے کام ہوتا ہے اور ابھی کافی سرمایہ و آلات کے مہیا نہ ہونے کی وجہ سے نہایت قلیل مقدار میں سنگ مرمر کی برآمد کی جا رہی ہے۔

**معدنی کمیشن کی ضرورت** ان حالات کے تحت ہماری یہ تجویز ہے کہ تمام قلمرو کی معدنی تحقیقات ایک کمیشن کے ذریعہ کروائی جائیں اور معلوم کیا جائے کہ ملک میں کون کون سی معدنیات موجود ہیں اور کس مقدار میں ان کی برآمد کی جا سکتی ہے اور جن معدنیات پر کام ہو رہا ہے ان میں کس قسم کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہم اس کی بجا طور پر توقع کر سکتے ہیں کہ اس کمیشن کی رپورٹ سے ہمارے ملک کو بہت سے معدنی ذخائر کا صحیح علم ہو سکے گا۔ اور ان کی علمی تحقیقات سے فائدہ اٹھاکر ہماری حکومت اور ملک کی بہت سی کمپنیاں ان سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گی اور ہمارے ملک کے یہ قیمتی دفینے ہماری دولت میں معتدبہ اضافہ کریں گے اور ان کے ذریعہ ہمارا صنعتی مستقبل نہایت درخشاں ہو جائے گا۔

مزید برآں جو معدنیات معاہدوں پر ایک خاص مدت کے لئے بیرونی کمپنیوں کو دئے گئے ہیں ان پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے اور ہمارے ملک کے ماہران قانون سے یہ توقع ہے کہ وہ ایسی شکلیں دریافت کریں گے جن کے ذریعہ اس مدّت میں کمی ہو سکے اور ملک کی وہ دولت جو ملک سے باہر ہر سال کثیر مقدار میں جا رہی ہے اس سے ملک ہی میں استفادہ کیا جا سکے۔

# تجارتی وسائل

زراعت اور صنعت وحرفت کی مختلف النوع مشغولیتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بظاہر تجارت کا کاروبار بہت آسان سمجھا جاتا ہے جس میں بنی بنائی یا تیار شدہ اشیاء کی خرید وفروخت سے مطلب رہتا ہے۔ ہر کس وناکس اپنے آپ کو اس قابل ضرور تصور کرتا ہے کہ دُنیا کے دوسرے پیشوں میں اگر ناکامی ہو تو کم از کم تجارت کو وہ اپنا آخری وسیلۂ معاش بنا سکتا ہے۔ تجارت کی اِس سہولت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن جہاں اس میں یہ خصوصیت موجود ہے وہاں اسی لین دین کے طریقہ میں آگے چل کر وہ گوناگوں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں کہ جن کو سُلجھانے سے بڑے بڑے دماغ بھی قاصر رہتے ہیں۔ ایک پنہاری کے کاروبار کو ملاحظہ کیجئے اور ساتھ ہی ایک ملک التجار کی مصروفیتوں کا تصور جائیے۔ یا کسی دیہات کی منڈی کا مقابلہ کسی بین الاقوامی تجارت کے بازار سے کیا جائے۔ تجارت کے نشیب وفراز کا اندازہ کسی قدر ضرور ہو جائے گا۔ اشیائے تجارت کی خصوصیات، ان کے نقل وحمل کے ذرائع، بازار کی وسعت، اوزان وپیمانہ جات کی یکسانیت، معیار زر کا استحکام، قیمتوں کا تعین، خارجی تعلقات کے تحت ملکی مفاد، درآمد وبرآمد پر پابندیاں، یہ وہ مسائل ہیں جو تجارت کے کاروبار کو سلطنتوں کے کاروبار سے ٹکرا دیتے ہیں۔ جو قومیں ان مسائل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتی ہیں اور ان سے اپنا مفاد حاصل کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کی فکر میں رہتی ہیں وہ تجارت سے بے شمار فوائد حاصل کرتی ہیں۔ تجارت کے ذریعہ

صاحب تاج بننا حقیقتاً ایک ادنی کرشمہ ہوتا ہے۔

تجارت کے اس تعارف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے ملک کی تجارتی ترقی کی تدابیر بیان کرنا ظاہر ہے کہ کتنی تفصیل و وضاحت کا طالب ہے لیکن ہمیں اپنے مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے صرف چند اشارات پر اکتفا کرنا ہوگا۔

**تجارت پیشہ آبادی** حالیہ اعداد و شمار کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تجارت کی جانب اب تک ہماری قلمرو کی صرف (۱۲) فی صدی آبادی متوجہ ہوئی ہے جو اس پیشہ کے لحاظ سے بہت ناکافی ہے لیکن اس تعداد میں اضافہ کسی جبر یا قانون کے ذریعہ نہیں کیا جا سکتا۔ تجارت میں مناسب سہولتیں اور اس میں کامیابی کے آثار خود ملک کے باشندوں کو اس جانب راغب کر سکتے ہیں یہاں کے باشندوں میں ہندوستان کے اور دیگر مقامات کے باشندوں کے مقابلہ میں ترک مقام اور سفر و سیاحت کا شوق و حوصلہ بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بیّن ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ جس کثرت سے دیگر مقامات کے باشندے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں اس کے مقابلہ میں یہاں کے باشندے دیگر علاقوں میں بہت کم دکھائی دیتے ہیں حالانکہ تجارت کے لئے ترک مقام کی شرط، اولین شرط ہے۔

**تجارتی سفر** سفر کے ذریعہ اور عینی مشاہدوں سے جس قدر معلومات میں اضافہ اور علمی تجربہ حاصل ہوتا ہے وہ ظاہر ہے کہ نہ کتابوں سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ اخبار و رسائل سے اور اشیاء کی خرید و فروخت کی کثرت ہمیشہ نئے نئے بازاروں کی تلاش پر منحصر ہے۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ ہماری قلمرو کے باشندوں میں اس کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انہیں اس قسم کے مواقع اور سہولتیں حاصل نہیں ہیں کہ وہ اپنی قابلیت دکھا سکیں۔

**تجارتی تعلیم** اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ تجارتی کاروبار کی تعلیم کا یہاں بالکل فقدان ہے۔ اول

تو خود عام تعلیم کا اوسط بہت کم ہے پھر فنی تعلیم کا انتظام نہ ہونے سے تجارتی کاروبار سے واقفیت نہیں ہونے پاتی نہ تو عام حساب کتاب رکھنے کے طریقوں کا علم ہوتا ہے اور نہ اس کی خبر کہ حالات وقت اور ضروریات کے لحاظ سے کن خاص خاص اشیاء کی تجارت منفعت بخش ہو سکتی ہے۔ ہم اس تعلیم کے مسئلہ پر مستقل طور پر علیحدہ بحث کرنا چاہتے ہیں یہاں صرف اس کی ضرورت کو واضح کر دینا مقصود ہے۔ ہمارے پاس کے چند محدود تاجروں نے کسی قدر جو نمایاں حیثیت حاصل کر لی ہے وہ ان کی ذاتی کوشش اور جانفشانی اور متعدد تجربوں کا نتیجہ ہے۔

تجارتی سرمایہ | تعلیم کے علاوہ دوسرا سوال سرمایہ کا ہے۔ تجارت کے لئے زراعت اور صنعت و حرفت کی طرح زمین اور آلات اور اوزار اور مشینوں کی محتاجی تو نہیں رہتی لیکن اس کا پورا کاروبار سرمایہ پر منحصر ہے اور سرمایہ کی قلت و کثرت بنکوں اور مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں سے وابستہ ہے۔ ملک میں سرمایہ کے دوران (Circulation) کے جس قدر ذرائع ہوں گے اسی قدر کاروبار میں وسعت پیدا ہوگی ہماری ریاست میں سرمایہ کی کمی کا تو سوال نہیں ہے لیکن سرمایہ کو بطور اصل کے کام میں لانے کے ذرائع کی کمی ہمارے لئے بہت عبرتناک ہے۔ سرمایہ کے استعمال کے متعدد ذرائع کیا ہونے چاہئیں ان کے متعلق ہم آئندہ ذکر کریں گے یہاں صرف اس کی ایک صورت کو لے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ریاست ہندوستان کے دیگر صوبوں اور ریاستوں کے مقابلہ میں اس لحاظ سے کس قدر پیچھے ہے اور وہ صورت ایسی سرمایہ دار کمپنیوں کی ہے جن کی تجارتی کاروبار کرنے کے لئے تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے چنانچہ بمبئی۔ مدراس اور صوبہ جات متوسط کے علاوہ میسور۔ بڑودہ اور ٹراونکور کی اس قسم کی کمپنیوں سے یہاں کی کمپنیوں کا مقابلہ کر کے دیکھا جائے ناظرین کی سہولت کے لئے اس کتاب کے آخر میں ایسے جدول مرتب کئے گئے ہیں جن سے ہندوستانی صوبوں اور ریاستوں کے مقابلہ میں اس بیّن تفاوت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس

وقت ہماری تجارتی حالت کیا ہے اور ہمیں ان کے مقابلے میں آنے کے لئے ابھی کس قدر جدوجہد کی ضرورت ہے۔

**ذرائع نقل وحمل** ذرائع نقل وحمل کی سہولت اور اس میں سرعت، ایک طرف تاجروں کو سفر کے لئے آمادہ کرتی ہے اور دوسری طرف اشیاء کی قدر اور ان کی خرید و فروخت میں اضافہ کرتی ہے۔ بنڈی۔ موٹر اور ریل ہمارے پاس کے خاص ذرائع نقل وحمل ہیں۔ یہاں کے مقامات اتنے تنگ اور پہاڑی یا رتیلے نہیں ہیں کہ صرف جانوروں کی پیٹھ پر اسباب لاد کر لے جایا جائے۔ اور نہ یہاں کی ندیاں اس قابل ہیں کہ ان میں کشتیوں یا ناؤ کا بطور خاص انتظام کیا جائے۔ دراصل بنڈی۔ موٹر اور ریل کی سواری کا انتظام اور ان کے لئے سڑکوں اور ریلوے لائن کی تعمیر کے مسائل ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔

**بنڈی** ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں موٹر اور ریل کے رواج کے بعد بنڈی کی سواریوں کی تعداد کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے لیکن دیہاتوں اور قصبوں کے درمیان نقل وحمل کے لئے کسی زمانے میں بھی بنڈی کی سواری ترک نہیں کی جا سکتی اور اس کی طرف سے ذرا سی غفلت اس سلسلہ میں بہت بڑی اجتہادی غلطی ہے۔ عام طور پر نہ صرف ہماری ریاست میں بلکہ ہندوستان کے اور دیگر حصوں میں بھی یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بنڈی کی سواری کی اہمیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حالانکہ باقاعدہ اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو معلوم ہو گا کہ اس زمانے میں بھی موٹر اور ریل سے جس قدر مسافت طے کی جاتی ہے اس سے کئی گنا زاید بنڈی کے ذریعہ طے ہوتی ہے۔

پھر اس قدر زاید مسافت طے کرنے والی سواری کے فوائد سے کس طرح استغنا برتا جا سکتا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے مدبرین اور مفکرین بھی کبھی اس کی اہمیت پر قلم نہیں اٹھاتے۔ جہاں تک موٹر اور ریل جاری ہے وہاں تو واقعتاً بنڈی کی ضرورت نہیں ہے اور کوشش تو اس کی

ہونی چاہیئے کہ حتی الامکان اس زمانہ میں موٹر اور ریل کو وسعت دی جائے لیکن جہاں موٹر اور ریل کا انتظام نہیں ہے یا نہیں ہوسکتا وہاں بنڈی کی سواری میں ہر طرح کی سہولتیں اور اصلاحات کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ہم یہاں اس چیز پر اس وجہ سے بھی زور دینا چاہتے ہیں کہ ہماری ریاست کی بنڈیاں اور بیل دیگر علاقوں کے مقابلہ میں بہت ناقص ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس کی بنڈیاں عام طور پر مقابلتاً چھوٹی رہتی ہیں جن میں بہت کم مقدار میں سامان منتقل کیا جاسکتا ہے اور یہاں کے بیل بہت دُبلے اور سست رفتار ہوتے ہیں ضرورت اس کی ہے کہ دیہاتوں میں نئی طرز کی بنڈیاں رائج کروائی جائیں اور اچھی نسل کے طاقتور بیل یا بھینسے مہیا کئے جائیں اور دیہاتوں کی سڑکوں کو بنڈیوں کے چلنے کے قابل بنایا جائے۔ یہ کام ایک منضبط اسکیم کے بغیر نہیں ہوسکتا جس میں مقامی حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے مقامی حکام کے تعاون کی سخت ضرورت ہے اور اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی تو ہمارا یہ ادعا ہے کہ موٹر اور ریل کے زیادہ سے زیادہ رواج سے ہمیں جس قدر فائدہ پہنچنا چاہیئے اس سے ہم پوری طرح مستفید نہیں ہوسکیں گے اور ہمارے دیہات اور قصبات کی تجارت میں وہی جمود باقی رہے گا جو اب ہے۔ اور وہاں تجارتی سرگرمی کا پیدا ہونا ناممکن ہوگا۔ اس لئے ہمیں بنڈیوں کی سواری کی اصلاح اور ان کی سڑکوں کی تعمیر کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔

**موٹر اور ریل کا مشترک انتظام** موٹر اور ریل کی ترقی کے متعلق چونکہ حکومت کے پیش نظر خود بہت سی اسکیمیں موجود ہیں اور حکومت کی اس توجہ کا نتیجہ ہے کہ ان ذرائع حمل و نقل میں ایک قلیل عرصہ میں بہت کچھ ترقی اور اضافہ ہوگیا اس لئے اس ضمن میں ہمارا کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔

ہم حکومت کے اس کارنامہ کا اعتراف کرتے ہیں اور خصوصاً ریل اور موٹر کے اشتراک عمل اور مشترک انتظام کی جو صورت کہ یہاں قایم کی گئی ہے ہم اس کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس

زمانہ میں برطانوی ہند میں موٹر اور ریل کے درمیان جو مسابقت ہورہی ہے اور اس کی وجہ سے جو نقصانات وہاں برداشت کرنے پڑتے ہیں اس کا واحد علاج کی صرف یہی صورت ہے کہ دونوں سواریوں کو ایک انتظام اور ایک نگرانی کے تحت رکھا جائے جس کی وجہ سے مفاد کا باہمی تصادم نہیں ہوسکتا۔ ہماری حکومت نے اس طرز عمل سے دوسروں کے لئے ایک نظیر قایم کردی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت کے اس مسلک کی وجہ سے بعض خانگی موٹر کمپنیوں کی شکایت کا موقع ملا لیکن انفرادی اغراض کے تحت قومی اور ملکی مفاد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور خانگی کمپنیوں کے لئے بہتر صورت یہی تھی اور یہی صورت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے لئے ایسی نئی راہیں اختیار کریں جو سرکاری موٹروں اور ریلوں کے لئے سدِراہ نہ ہوں۔ ان نئی راہوں سے ملک کے دُور افتادہ اور پس ماندہ علاقے بھی آباد ہونے شروع ہوں گے اور ملک میں سڑکوں کے طول میں اضافہ ہوگا اور تجارتی کاروبار کو وسعت ہوگی۔

سرکاری موٹریں | سرکاری بسوں کے انتظام میں ابھی اس چیز کی ضرورت باقی ہے کہ سامان کے نقل وحمل کی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے زیادہ تعداد میں بڑی لاریاں فراہم کی جائیں۔ موجودہ انتظام کے تحت مسافرین کی آمد ورفت میں بہت سہولتیں ہوگئی ہیں لیکن اسباب کی منتقلی میں ابھی دشواریاں موجود ہیں۔ خصوصاً تجارتی اشیاء کے نقل وحمل کا ابھی تک کوئی خاص انتظام موٹر لاریوں کے ذریعہ نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اس کا انتظام خاص طور پر کیا جائے تو ریلوے لائنوں کی مزید توسیع ایک حد تک ضروری باقی نہ رہے گی اور ریل کی جگہ موٹر لاریاں لے سکیں گی۔

ریل | کمپنی سے ریلوے خرید لینے کے بعد حکومت کو اپنے مفاد اور ضروریات کے تحت ریلوے پالیسی کو مرتب کرنے میں زیادہ دشواریاں پیش نہیں آرہی ہیں لیکن چونکہ ابھی اس کا انتظام بہت کچھ غیروں کے ہاتھ میں ہے اس لئے حسب منشا تبدیلیاں نہیں ہوسکیں لیکن رفتار زمانہ کے ساتھ ہماری بہت سی توقعات ریلوے کی جدید تنظیم سے وابستہ ہیں اس موقع پر جہاں تک

ہمارے تجارتی مصالح کا تعلق ہے ہم اس کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ تجارتی اشیار کی درآمد برآمد کے لئے ایسی اسپشیل ٹرینوں کا انتظام رہنا چاہیئے جو موسم اور وقتی ضروریات کے لحاظ سے خاص طور پر چلائی جائیں۔ مثال کے طور پر جس طرح کپاس کی فصل کے موقع پر علاقہ برار اور صوبہ متوسط سے بمبئی کو کپاس لے جانے کے لئے روزانہ ایک مال گاڑی صرف اس کام کے لئے مخصوص کردی گئی ہے۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بازار میں وقت پر پیداوار پہنچنے سے مال کے فروخت ہونے میں بہت سی سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اشیار کی اچھی قیمت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے پاس کی متعدد زرعی پیداواروں کے بروقت فروخت کرنے کے لئے اِس قسم کے انتظام کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ ایسی نمایشی ریل گاڑیوں کی بھی ضرورت ہے جو ملکی مصنوعات کو قلمرو کے طول و عرض میں پہنچا سکیں اور ساتھ ہی ہندوستان کی دیگر ریلوے لائنوں پر بھی ان کے لے جانے کا انتظام کیا جائے تاکہ ہماری مصنوعات کے لئے ہندوستان میں کافی فروخت کا انتظام ہو سکے۔ ان نمائشی اصولوں پر تجارت کو فروغ دینے کے متعلق ہم آیندہ بحث کریں گے۔ یہاں ریلوے کے انتظام کے تحت اس کا ذکر کردینا ضروری سمجھا گیا۔

**بازاروں کی توسیع** ذرائع نقل و حمل میں ترقی کی تدابیر بتانے کے بعد بازاروں کی توسیع کا سوال پیدا ہوتا ہے ہماری قلمرو میں تجارتی منڈیوں کی بہت کمی ہے۔ چند اہم پیداواروں کی خرید و فروخت کے لئے کچھ تجارتی منڈیوں کا ذکر آجاتا ہے جس کی اہمیت صرف ان مخصوص پیداواروں کی حد تک رہتی ہے مثلاً کپاس کے لئے جالنہ۔ ناندیڑ۔ رائچور وغیرہ ان بازاروں کی کوئی خاص حد بندی نہیں ہوتی اور نہ یہاں مال کے ایسے مستحکم گودام موجود ہوتے ہیں جہاں ان اشیار کو موزوں قیمتوں کا لحاظ کرتے ہوئے فروخت کیا جا سکے۔ محکمہ مارکٹنگ کی کوششوں سے بازاروں

کی اصلاح کا کام شروع ہوگیا۔ ہماری رائے میں جاپان کی طرح یہاں ایک (Ware-House Act) قانون گودام کی سخت ضرورت ہے جس کے ذریعہ بازار میں گوداموں کا انتظام رہے۔ اس کے ساتھ ہی قیمتوں کے تعین میں حکومت کی نگرانی ہونی چاہیئے اور ادائی زر میں "سکہ عثمانیہ" کی ترویج کا لحاظ رکھا جائے کیونکہ اکثر تجارتی مرکزوں کے متعلق یہ شکایت عام ہے کہ وہاں بجائے سکہ عثمانیہ کے سکہ کلدار کا چلن ہے جو حکومت کے اعزاز اور مالی مفاد کے سخت منافی ہے۔ ایک اور امر جو اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ اوزان و پیمانجات کے تعین کا ہے قلمرو کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے اوزان و پیمانجات کا رواج ہے اور ان میں بھی مختلف اشیاء کے اوزان میں ایک دوسرے سے اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ کہیں پر (۱۲) سیر کے من سے لے کر (۷۲) سیر اور (۸۰) سیر تک کا من موجود ہے اور کہیں ۳ من کے پلے سے ۸ من کا پلہ شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح کھنڈی اور پائیلی کے حساب میں بھی فرق ہے۔ اوزان و پیمانجات میں اس قدر شدید غیر یکسانیت کی وجہ سے تجارت میں دھوکا دہی کے مواقع بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور اشیاء کے صحیح نرخ کا معلوم کرنا بہت دشوار بن گیا ہے۔ نیز اس اختلاف کی وجہ سے حکومت کو بھی پیداوار کے متعلق صحیح اندازہ کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں اور کروڑگیری کی آمدنی پر بھی اس کا بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے چنانچہ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور جس طرح ابھی حال میں بمبئی میں ایک قانون اوزان و پیمانہ جات منظور ہوا ہے اِنھیں اصولوں پر یہاں بھی ایک قانون مرتب و منظور کیا جانا چاہیئے جس کے ذریعہ تمام قلمرو میں خاص معینہ اوزان و پیمانہ جات کے استعمال پر رعایا کو مجبور کیا جاسکے۔

**نمائشوں کا انعقاد** تجارت کے فروغ کے لئے عام بازاروں سے قطع نظر متعدد نمائشیں منعقد کرنی

چاہئیں جن کے ذریعہ سے اشیاء کی زرعی پیداواروں اور مصنوعات سے عوام کو باخبر کیا جا سکے۔ نمائشوں کا انعقاد اس دور کی خاص خصوصیات میں سے ہے۔ اور تمام ترقی یافتہ ممالک میں مختلف موقعوں پر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر نمائشوں کا انعقاد ہوتا ہے۔ چنانچہ لندن کی عظیم الشان نمائش نے ایک سالانہ تقریب کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اسی طرح خود ہندوستان میں کچھ سالوں کے وقفہ سے مختلف صوبوں میں نمائشیں کی جا رہی ہیں۔ میسور ریاست میں دسہرہ کے تہوار کے سلسلہ میں جو نمائش ہوتی ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے۔ ابھی حالیہ لکھنؤ کی نمائش جو دو ماہ کے لئے منعقد کی گئی تمام ہندوستان کی مصنوعات اور زرعی پیداواروں کے مظاہرہ کا مرکز بنی ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ نمایش کی وجہ سے ایک خاص قسم کی کاروباری کیفیت ملک میں پیدا ہو جاتی ہے جو زرعی صنعتی اور تجارتی ترقی کی زبردست معاون ہوتی ہے اور جو ترقی کہ برسوں میں نہیں ہو سکتی وہ نمایش کے ذریعہ مہینوں میں تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ ہماری قلمرو میں ایسی نمایشوں کے انعقاد کی بہت ضرورت ہے جو نہ صرف ریاست کے لئے بلکہ تمام ہندوستان کے باشندوں کے لئے مقناطیسی کشش کا اثر رکھے۔

**عرس۔ جاترا اور میلوں کی معاشی اہمیت۔** ہمارے پاس کے عرس۔ جاترا اور میلے جو تقریباً ہر ضلع اور قصبہ میں مختلف و مذہبی تقاریب کے سلسلہ میں ہر سال منائے جاتے ہیں اپنے اندر بہت سے معاشی پہلو بھی رکھتے ہیں اور ان کی نوعیت بھی ایک حد تک نمایش کی سی ہوتی ہے بلکہ زمانہ قدیم میں گھریلو صنعتوں کی نکاسی ان ہی تہواروں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ کیا ہی بہتر ہوگا اگر ان تقاریب سے حقیقی معنوں میں فائدہ اٹھایا جائے اور ان کے نمایشی اور تجارتی پہلو کو قوی سے قوی تر بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لئے مناسب یہ ہوگا کہ ان عرسوں۔ جاتراؤں اور میلوں کی باقاعدہ فہرست مرتب کی جائے اور اس کا ایک رکارڈ رکھا جائے کہ کس قسم کی اشیاء وہاں بغرض فروخت

آتی ہیں اور نیز ان اشیاء کی ترقی کے کیا کیا مواقع ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ تقاریب بجائے خود چھوٹے پیمانے پر نمائش کا کام انجام دیں گی۔ اور ہمارے قلمرو کے دیہاتوں اور قصبات میں تجارتی روح پھونکی جا سکے گی۔ قبل ازیں نمائشی ریل گاڑیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں ان کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح ملک کی مصنوعات اور زرعی پیداواروں کا ان کے ذریعہ پروپگنڈا کیا جا سکتا ہے اسی طرح مختلف اسٹیشنوں اور ایسے مقامات پر جہاں عوام کا مجمع زیادہ ہو نمائشی گھر تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ خصوصاً آثار قدیمہ کے تاریخی مرکزوں پر ملکی پیداوار اور مصنوعات کے مظاہرے کئے جا سکتے ہیں تاکہ ان تاریخی آثاروں کے دیکھنے کے لئے جو سیاح باہر سے آتے ہیں وہ تاریخی یادگاروں کے ساتھ قلمرو کے جدید کارناموں سے بھی واقف ہو سکیں۔ چنانچہ اجنٹہ۔ ایلورہ اور بیدر وغیرہ جیسے تاریخی مقامات پر مصنوعات ملکی کی نمائش کا انتظام رکھا جائے تو ان کی کافی فروخت ہو سکتی ہے۔

تجارتی خبر رسانی | غرض ملکی تجارت کی ترقی کے لئے نمائش اشتہار اور پروپگنڈے کی ہر ممکنہ صورت اختیار کرنی لازمی ہوتی ہے لیکن یہ صورتیں اسی وقت کامیاب ہوتی ہیں جبکہ ہمارے پاس ملکی وسائل اور ملکی حالات کے معلوم کرانے کے کافی ذرائع موجود ہوں۔ اور ہمیں اس کا علم ہو کہ ہماری زرعی پیداواریں اور مصنوعات کے لئے کہاں کہاں بازار فراہم کئے جا سکتے ہیں۔ یہ کام محکمہ اعداد و شمار و معلومات عامہ اور محکمہ امور تجارت کے مشترکہ فرائض میں داخل ہونا چاہیئے نیز اس کے لئے حکومت کی جانب سے ایسے نمائندے مقرر ہونے چاہئیں جو قلمرو کے ملحقہ برطانوی صوبوں اور دیسی ریاستوں کے تجارتی مرکزوں میں اس غرض سے قیام کریں کہ وہ قلمرو کے مفاد سے متعلق خبروں سے اپنی حکومت کو وقتاً فوقتاً واقف کرتے رہیں۔

مسئلہ درآمد و برآمد اور حکومت کا مسلک | اس کے علاوہ حکومت کی جانب سے قلمرو کی درآمدی و برآمدی اشیاء

کی فہرستیں اس زاویہ نگاہ سے مرتب کی جاتی رہیں کہ کن اشیار کی درآمد اور کن اشیار کی برآمد ملکی مفاد کے لحاظ سے مفید یا مضر ہے اور ان کی درآمد اور برآمد میں کس طرح توازن قایم رکھا جاسکتا ہے یہاں سے تجارتی مسلک کے متعلق وہ معرکتہ الآرا مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جن میں ایک ایک قدم نہایت احتیاط سے اُٹھانا ہوتا ہے کیونکہ یہی وہ مسائل ہیں جن سے ہمارے قلمرو اور برطانوی حکومت کے مفاد میں تصادم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور وفاق ہند میں شرکت اور عدم شرکت کا انحصار بھی انھیں مسائل پر ہے۔

ملکی مصالح کے بنار پر اس کی شدید ضرورت ہے کہ ایسی پیداوار خام ہمارے علاقے سے باہر نہ جانے پائے جو ملکی مصنوعات کی ترقی کے لئے ازبس ضروری ہے یا اس کی برآمد پر تا حد ضرورت بندشیں عاید کردی جائیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ہمارا دوہرا نقصان ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ کہ ہماری خام پیداوار سستے داموں باہر چلی جاتی ہے اور دوسرے ہماری مصنوعات کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہتی ہیں اور ساتھ ہی ہمارے باشندوں کو محنت کر کے کمانے کا موقع نہیں ملتا اسی طرح بعض اشیار کی درآمد پر نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

**تجارتی معاہدے** ہندوستان کی جدید دستوری تبدیلیوں کی وجہ سے ہمارے قدیم تجارتی معاہدے خود بخود ختم ہو رہے ہیں۔ اور نئے حالات کے تحت جدید تجارتی معاہدوں کا وقت آگیا ہے۔ اس وقت ہمیں بہت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں ہم کوئی عملی تجاویز اس وقت تک پیش نہیں کر سکتے جب تک ہمارے پیش نظر وہ تمام موازنہ نہ ہو جس پر کہ ہماری زراعتی اور صنعتی مستقبل کا دار و مدار ہے۔ برار کے جدید معاہدے سے ہمیں علاقہ برار میں جو تجارتی حقوق ملے ہیں اس وقت ان کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ برطانوی ہند کے صوبوں۔ دیسی ریاستوں اور ہمارے قلمرو کے درمیان جو درآمد و برآمد ہو رہی ہے اس کے اعداد و شمار بہ آسانی مل سکتے ہیں

لیکن ہمارے قلمرو سے جو اشیاء سمندر پار بھیجی جاتی ہیں یا جو سمندر پار سے ہمارے پاس درآمد کی جاتی ہیں ان کے صحیح اعداد کا ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ ایسے اعداد کی فراہمی کی سخت ضرورت ہے۔

**بندرگاہ کی ضرورت** اس سلسلہ میں بجا طور پر مسولی پٹم کی بندرگاہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ موجودہ دستوری تصفیوں کے دوران میں ہماری بندرگاہ کے معاملے پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہمارے قلمرو کی اشیاء تجارت کی درآمد و برآمد کے سلسلہ میں جو متعدد سوال پیدا ہو جاتے ہیں وہ بڑی حد تک سیاسی رنگ اختیار کر لیتے ہیں لیکن ان پر نہ صرف ہماری تجارت کی ترقی کا دارومدار ہے بلکہ ہماری صنعت و حرفت اور زراعت کا بھی ان سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اس لئے ہماری رائے میں وفاق کے مسائل کے ساتھ ان امور کے متعلق بھی تصفیہ کر لیا جائے کہ ہمارے قلمرو کی تجارت صنعت و حرفت اور زراعت کے مفاد کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے اور جن اشیاء کی برآمد ملکی مفاد کے لحاظ سے مضر ہے ان کے اوپر متعدد پابندیاں عاید کرنے کا حق ہمیں حاصل ہو جائے اور جن اشیاء کی درآمد ہمارے مفاد کے خلاف ہے ان پر بھی اسی طرح پابندیاں عاید ہو سکیں۔

# ملکی سرمایہ کے استعمال کے ذرائع

ریاست میں زراعت۔ صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی کے امکانات و ترقی پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں لیکن جو چیز ان تینوں پیشوں کی روح رواں ہے اس کا ذکر ہم نے اب تک نہیں کیا تھا اور وہ سرمایہ کا سوال ہے جسے علمی زبان میں "اصل" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس طرح ریاست میں زراعت۔ صنعت و حرفت اور تجارت کے لئے قدرتی وسائل کی افراط ہے سرمایہ کی بھی کسی طرح کمی نہیں لیکن یہ سرمایہ نہایت ہی منتشر حالت میں ہے۔ اس سے جو کام لئے جا سکتے ہیں وہ پوری طرح نہیں لئے جا رہے ہیں۔ یعنی سرمایہ کو بطور اصل کے مزید دولت پیدا کرنے کے لئے کما حقہ کام میں نہیں لایا جا رہا ہے۔

ریاست میں اس وقت سرمایہ کس قدر موجود ہے اس کا کوئی باضابطہ شمار نہ ہونے کی وجہ سے ہم بتا نہیں سکتے لیکن ہمارا اندازہ ہے کہ ہندوستان کے دیگر صوبوں اور ریاست کے مقابلہ میں یہ بہت بڑھا ہوا ہے یہاں اس سرمایہ سے بحث نہیں جو اکثر دوراندیش صاحبان دولت نے اس کی حفاظت کے خیال سے بیرون ریاست کے بنکوں یا کمپنیوں میں بطور امانت رکھوایا ہے اور جس سے وہیں کے ادارے فائدہ حاصل کر رہے ہیں کیونکہ اس سرمایہ سے یہاں فائدہ حاصل کرنے کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ جو سرمایہ ابھی ملک میں موجود ہے وہی البتہ کام میں لایا جا سکتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس کے لئے بھی کافی جد و جہد کرنی ہوگی۔

منتشر سرمایہ کو یکجا جمع کرنے اور اعلیٰ پیمانہ پر معاشی کاروبار میں استعمال کرنے کے لئے مختلف النوع بنکوں اور مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں کے قیام کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بنک اور کمپنیاں معاشی کاروبار میں وہی کام انجام دیتی ہیں جو انسانی جسم میں قلب کا ہے۔ یعنی خون کو ایک جگہ جمع کرکے تمام جسم میں اس کی مناسب تقسیم۔ موجودہ زمانہ کی تمام ترقی انہی بنکوں اور کمپنیوں کی رہین منت ہے۔ کسی ملک کی دولت کا اندازہ کرنا ہو تو وہاں کے بنکوں اور کمپنیوں کا شمار کرلینا کافی ہے اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس ملک میں ان کی سب سے زیادہ کثرت ہے وہی ملک سب سے زیادہ دولت مند ہے۔

ہمارے قلمرو میں ملکی بنکوں کی کل تعداد بارہ تیرہ سے زیادہ نہیں اور ان بنکوں کا شمار بھی ان کے سرمایہ کے لحاظ سے بنکوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ ایک اہلِ فن کے الفاظ میں حیدرآباد کا سب سے بڑا بنک رگھوناتھ ل کی "دوکان" ہے۔

بنکوں سے قطع نظر دیگر ملکی مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں ( Joint Stock Companies ) کی تعداد بھی چالیس سے زاید نہیں۔ ان اعداد کا مقابلہ جب ہم ہندوستان کی دیگر ریاستوں میسور ٹراونکور اور بڑودہ سے کرتے ہیں جو رقبہ میں حیدرآباد سے بہت کم ہیں تو ہماری آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

مشترکہ سرمایہ دار کمپنیاں

| | تعداد کمپنی | سرمایہ اداشدہ |
|---|---|---|
| میسور | ۱۲۰ | ۱۴۸۴۵۸۰۶ |
| ٹراونکور | ۹۲۴ | ۱۹۰۰۱۰۰۸ |
| گوالیار | ۳۴ | ۳۲۴۹۸۰۶۳ |
| حیدرآباد | ۴۰ | ۱۸۶۲۷۵۸۲ |

نوٹ۔ یہ اعداد کلکتہ گورنمنٹ کی شائع شدہ رپورٹ بابتہ ۱۹۳۶ء سے لئے گئے۔

یہاں ایک چیز یہ پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ خود ان ریاستوں کی حالت بہت غیر ترقی یافتہ ہے اور ہمارا مطمح نظر ان ریاستوں کا مقابلہ کرنا نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ برطانوی ہند کے ترقی یافتہ صوبوں کے مقابل میں کھڑے رہ سکیں یہاں ہم مثال کے طور پر بنگال کی کمپنیوں سے ہماری قلمرو کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ بنگال کا رقبہ ریاست کے رقبہ کے برابر ہے اس لئے یہ مقابلہ بہت ٹھیک ہوگا اور ہمیں محسوس ہو سکے گا کہ اپنے ہی ہم رقبہ علاقہ کے مقابلہ میں ہماری حیثیت کیا ہے۔

## مشترکہ سرمایہ دار کمپنیاں

| | تعداد کمپنی | سرمایہ ادا شدہ |
|---|---|---|
| بنگال | ۳۹۶۶ | ۱۱۵۸۷۸۱۰۳۱ |
| حیدرآباد | ۴۰ | ۱۸۶۲۷۵۸۲ |

ان اعداد کے مقابلہ سے ہمیں اس نتیجہ پر نہیں پہنچنا چاہیئے کہ ہماری قلمرو ان ریاستوں اور صوبوں کے مقابلہ میں بالکل مفلس ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس تفاوت کی وجہ دیگر ریاستوں اور صوبوں کی کاروباری واقفیت ہے۔ ان کے یہاں سرمایہ کے استعمال کا شوق اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کے ذرائع بہت زیادہ موجود ہیں اور ہماری ریاست میں کاروباری واقفیت کا اتنا ہی فقدان ہے ورنہ جہاں تک غیر استعمال شدہ سرمایہ کا تعلق ہے ہماری ریاست بھی کسی ریاست یا صوبے سے پیچھے نہیں ہے۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ ابھی حال میں حکومت کی جانب سے ایک کروڑ کی معتدبہ رقم کے قرضہ کا اعلان کیا گیا تھا جو تاریخ وصولی پر صرف دس منٹ کے اندر فراہم ہوگیا۔

---

نوٹ۔ یہ اعداد برطانوی گورنمنٹ کی شائع شدہ رپورٹ بابتہ ۱۹۳۶ء سے لئے گئے۔ تفصیل کے لئے منسلکہ جدول ملاحظہ ہوں۔

اس کثیر رقم کی اس قدر قلیل عرصہ میں فراہم ہونے کی مثال یورپ اور امریکہ میں بھی مشکل سے ملتی ہے ہماری حکومت کو اس کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ وہ اس قرضہ کی فراہمی کے لئے کوئی خاص پروپگنڈا کرے بلکہ صورت یہ تھی کہ جب دس منٹ کے بعد یہ اعلان کر دیا گیا کہ ایک کروڑ روپیہ وصول ہو چکا اور مزید رقم کی ضرورت نہیں ہے تو ملک کے اکثر صاحبان ثروت کو اس کا افسوس رہا کہ ان کا سرمایہ انہی کے پاس رہ گیا۔ ہمارے اندازے کے مطابق اگر اس روز اور چند گھنٹوں کی مہلت دی جاتی تو مزید ایک کروڑ روپیہ کی رقم وصول ہونے میں کوئی چیز مانع نہ ہوتی لوگ ہاتھوں میں روپیے لئے بیٹھے تھے اگر یہ صورت کسی اور ملک میں پیش آتی تو آپ دیکھتے کہ کئی بنک اور کئی کمپنیاں اسی روز قایم ہو جاتیں اور اس مزید سرمایہ کو واپس نہ جانے دیا جاتا۔

لیکن یہاں اب تک کاروباری ذہنیت اور مشغولیت پیدا نہیں ہوئی۔ ایک چیز جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہمارے پاس جو قانون کمپنی رائج ہے وہ بہت اصلاح طلب ہو گیا ہے۔ نیز اس قانون میں بیرونی رجسٹری شدہ کمپنیوں پر ممالک محروسہ میں کام کرنے کے لئے کوئی پابندیاں عاید نہیں کی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ بیرونی کمپنیاں نہایت آزادی کے ساتھ یہاں کاروبار کر رہی ہیں اور چونکہ ان پر کوئی قانونی نگرانی نہیں ہوتی اس لئے وہ اکثر موقعوں پر یہاں کے باشندوں کو دھوکے اور فریب دینے میں بھی تامل نہیں کرتیں۔ یہ چیز کاروباری اعتبار کو بہت صدمہ پہنچا رہی ہے۔

وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ملک میں ایک ایسا جدید قانون کمپنی مرتب کیا جائے جو ان تمام ضروریات کا کفیل ہو جو سرمایہ کے استعمال کو تمام خطرات سے محفوظ رکھ سکے۔ اور ملک میں اعلیٰ پیمانہ پر بہتر اصولوں کے ساتھ کافی تعداد میں بنکوں کا قیام عمل میں آ سکے جن میں زراعتی صنعتی۔ تجارتی اور معدنی بنکوں کی خاص تعداد ہو اور ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مشترکہ سرمایہ دار

کمپنیوں کی تشکیل کی جائے۔

ان مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ذریعہ ایک طرف ملک کا بیکار سرمایہ تھوڑی تعداد میں کافی طور پر جمع کیا جا سکتا ہے اور ملک کی متوسط الحال آبادی کو بھی اس کی ترغیب ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمائی میں سے رقم پس انداز کریں اور اپنی حیثیت کے مطابق اپنی پسماندہ رقم ان کمپنیوں میں شریک کریں۔ دوسری طرف ان کمپنیوں کے ذریعہ بے شمار کاروبار کا آغاز اعلیٰ پیمانے پر کیا جا سکتا ہے اور ملک کی ہر جہتی ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر کی جا سکتی ہے۔

ہمارے ملک میں مرغبانی باغبانی اور فواکہات کی نمائش کئی سال سے ہو رہی ہے لیکن ملک میں اب تک ایسی کمپنیاں قایم نہیں ہوئیں جو ان کی فراہمی اپنے ہاتھ میں لے کر منظم اور اعلیٰ پیمانے پر تجارت کریں۔

اسی طرح کھیل کی اشیاء اور اسٹیشنری کا سامان جن کی کافی طور پر ملک میں کھپت ہو رہی ہے ان کی فراہمی انفرادی طور پر کی جاتی ہے اور کوئی باقاعدہ کمپنی نہیں جو اس طرف توجہ کرے۔

ہم نے اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ میں طبی امداد کے تحت ملک کی جڑی بوٹیوں کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق یہاں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی کمپنی ایسی قایم کی جائے جو ملک کی ایسی جڑی بوٹیوں کو فراہم کرے جو طبی اغراض کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔ اس صورت میں ایک طرف ادویات کی تیاری میں کافی سہولتیں میسر ہوں گی اور ساتھ ہی وہ کمپنی نہایت ہی کامیابی کے ساتھ تجارتی کاروبار کر سکے گی اور اگر اس کے تحت ایک تجرباتی اور تحقیقاتی شعبہ قایم کیا جائے جو جڑی بوٹیوں کے خصوصیات معلوم کرے تو یہ چیز کمپنی کی اہمیت اور وقعت میں اور اضافہ کر دے گی۔

اسی طرح ہومیوپیتھک اور آیورویدک ادویات کے مرکبات کی تیاری کے لئے بھی یہاں سے

اشیاء حاصل کی جاسکتی ہیں جس طرح بنگال میں اکثر کمپنیاں قائم ہوگئی ہیں۔ یہاں بھی اس کے مواقع کم نہیں ہیں۔ مسرز عبدالرزاق کے کارخانے کے مرکبات کی مقبولیت اس کی شاہد ہے کہ ملک کی تیار کردہ ادویات کے لئے یہاں بازاروں کی کافی وسعت ہے۔

مثال کے طور پر اوپر ہم نے چند چیزوں کا حوالہ دیا ہے جن کے لئے نئی کمپنیاں قائم کی جاسکتی ہیں۔ اسی قسم کی اور بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کو اگر ہم ترقی دینا چاہیں تو اِن کے لئے نئی کمپنیاں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اِس مضمون میں ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے اور نہ ان کی کوئی فہرست پیش کرتے ہیں۔ یہ کام ہمارے ملک کے ان افراد کا ہے جو اگر ذرا بھی اس طرف توجہ کریں تو ان کے لئے اس میدان میں کافی وسعت نکل سکتی ہے۔

# سرمایہ داری و بالشویزم کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کی تدابیر

ہم نے اب تک ریاست کی فلاح و بہبود اور اُس کی ترقی کے لئے جن تدابیر کا ذکر کیا ہے وہ زیادہ تر پیدائش دولت کے مختلف طریقوں سے متعلق ہیں اور ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کن کن وسائل کے ذریعہ ملک کی دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف اضافۂ دولت ہی ملک کی عام فلاح و بہبود کا تنہا ذریعہ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قوموں کی تمام کوششوں کا محور ہر زمانہ میں حصول دولت کا سوال رہا ہے، بڑی بڑی جنگیں اسی غرض سے لڑی گئیں، سیاست کے تمام داؤ پیچ اور سائنس کی ایجادات و اختراعات کے پیچھے دولت ہی کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے لیکن انسانی زندگی کا مقصد غایت صرف دولت کا حصول نہیں ہے بلکہ دولت ایک ذریعہ ہے جس کی بدولت انسانی بے شمار احتیاجات پوری ہوتی ہیں۔

انسانی احتیاجات کیا ہیں اور وہ کس طرح پوری کی جائیں۔ افراد اور اقوام میں دولت کی تقسیم کن اصولوں پر ہونی چاہیئے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو زندگیوں کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہیں سے اخلاق، معاشرت اور معیار زندگی کے گوناگوں مسائل کی ابتدا ہوتی اور یہی لامتناہی مختلف تحریکوں اور انقلابوں کا باعث ہوتے ہیں۔ فرانس کا انقلاب نتیجہ ہے تقسیم دولت کی

عدم مساوات، اعلیٰ اخلاق کی کمی، معاشرت کی خرابی، معیار زندگی کے عدم توازن کا، روس کا حالیہ انقلاب ان ہی خرابیوں کی تکرار کی سزا ہے اور اس زمانہ میں انقلاب کی یہی روح طبقۂ اسفل کے احتجاج، کسانوں اور مزدوروں کی شورش، اشتراکیت اور اشتمالیت کی تحریکوں کو قوی تر بنا رہی ہے۔ یوروپ اور امریکہ میں اسی دولت کی افراط کے باوجود بے اطمینانی اور پریشان حالی کے دردناک مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

یہ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ جہاں یوروپ و امریکہ کے ممالک نے پیدائش دولت کے بہتر سے بہتر طریقے معلوم کئے وہاں ان کو ان مسائل کے صحیح حل میں اس قدر دشواریاں کیوں پیش آئیں۔ جو چیز ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ ممالک حصول دولت کی تدابیر کی طرف اس قدر زیادہ منہمک ہو گئے کہ انہیں دوسرے مسائل کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور جب وہ اس طرف متوجہ ہوئے تو حالات ان کے بس کے نہ رہے۔ اب وہ ان حالات کو جس قدر سلجھانا چاہتے ہیں اور پیچیدگیاں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔

ہم اپنی ترقی کے اس ابتدائی دور میں جب کہ پیدائش دولت کی تدابیر معلوم کی جا رہی ہیں یوروپ اور امریکہ کی اس انتہائی ترقی کے ساتھ عبرت ناک انجام سے کافی سبق حاصل کر سکتے ہیں اگر ان کے انجام سے باخبر ہو کر ہم بروقت سنبھل نہ گئے تو پھر آیندہ ہمیں بھی ان ہی مشکلات کا بری طرح سامنا کرنا ہوگا اس لئے یہ ہمارا فرض ہے کہ پیدائش دولت کے طریقوں کو معلوم کرنے کے ساتھ تقسیم دولت، مبادلہ دولت اور صرف دولت کے بہترین اور صحیح اصول بھی معلوم کرنے کی فکر کریں۔ حصول دولت کا کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جو آیندہ ہمارے مقاصد کے لئے خطرناک ثابت ہو۔ یہ صورت نہ صرف ہماری ریاست کے لئے قابل غور ہے بلکہ تمام مشرقی ممالک کے لئے اس وقت یہی مسائل درپیش ہیں کہ کس طرح مغرب کی خوبیوں سے متمتع ہوں

اور کس طرح ان کی خرابیوں سے محفوظ رہیں "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر کس طرح عمل کیا جائے بمشرق کے بڑے بڑے دماغ ان مسائل کے سلجھانے کی فکر میں ہیں۔ کہیں مذہبی ہدایات اور احکامات کی طرف رجوع کیا جارہا ہے اور کہیں "پیام مغرب" کا جواب "پیام مشرق" سے دیا جارہا ہے۔ کہیں مغرب کی ایجادات اور اختراعات سے بیزاری ظاہر کی جارہی ہے۔ اور قدیم طریقوں پر عمل کرنے کی تعلیم اس طرح دی جاتی ہے کہ بجائے ریل کے بنڈیوں کا سفر اختیار کیا جائے اور بجائے دُخانی کلوں سے بُنے ہوئے کپڑے کے "چرخہ" کے کاتے ہوئے کپڑے کا استعمال ہو تا کہ تقسیم دولت میں مساوات قایم رہ سکے۔ اور کہیں مغرب کی تتبع اور تقلید آنکھیں بند کر کے کی جارہی ہے اور وسائل خیر وشر کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا گیا ہے۔

ہم اپنے اس مضمون میں ان مسائل کے اصولی مباحث میں جانا نہیں چاہتے لیکن چونکہ ہم مغرب اور مشرق کی ان تحریکات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کے اثرات نہایت عالمگیر ہیں بریں وجہ ایک ایسا مسلک ان تحریکات کا کافی لحاظ رکھتے ہوئے اختیار کرنا ہوگا جو ہمارے لئے ممکن العمل ہو اور ہمارے خوش آیند مستقبل کی کافی ضمانت دے سکے۔

ہمارے نزدیک دولت آصفیہ کے ہر طبقہ کی عام مرفہ الحالی ہماری ہر تحریک کا طرۂ امتیاز ہو اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ حصول دولت کے وقت ہم ایسی بندشیں قائم کردیں جس کی وجہ سے دولت کی تقسیم نامناسب طریقہ سے عمل میں آنے نہ پائے۔

کامل غور وخوض کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ دولت کی نامناسب تقسیم کا واحد سبب وہ طبقہ ہے جو صرف زر کی تجارت کرتا ہے جس کا مقصد غایت روپیہ سے روپیہ حاصل کرنا ہوتا ہے جس کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ ملک کی پونجی اس کے ہاتھ میں رہے اور اس میں ہر لحظہ ایک مقررہ شرح سے مسلسل اضافہ ہوتا رہے خواہ ملک کی ضروریات کی

تکمیل میں کتنے ہی موانعات کیوں نہ پیش آئیں اور اس کے کتنے ہی مضر اثرات مرتب کیوں نہ ہوں۔ بقول علامہ اقبال :۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سودی کاروبار سے جہاں قرض حاصل کرنے والوں کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے وہاں خود سود پر قرض دینے والوں کی اخلاقی زندگی بھی بگڑ جاتی ہے۔ ایک طرف اس طرح محنت سے اجتناب سستی و کاہلی کا پیش خیمہ بنتا ہے دوسری طرف دولت کی کثرت بداخلاقی و عیاشی کی ترغیب دلاتی ہے۔

جن جن ممالک میں سود کی کثرت ہے وہاں باوجود سرمایہ کی فراوانی کے بدامنی و بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ایسے ممالک میں متعدد انقلابی تحریکوں کا دَور دَورہ ہے اور ان کا مستقبل خطرے میں ہے۔ قلمرو آصفیہ میں اگرچہ ایسی انقلابی تحریکیں منظر عام پر نہیں آئی ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہاں ایسے طبقوں کی موجودگی، جو صرف روپیہ کی تجارت کر کے ملک کی دولت کو سمیٹ سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر رہے ہیں ملک کے دوسرے طبقوں کی خوشحالی پر نہایت بُرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔

حیدرآباد کی تاریخ میں اٹھارھویں اور انیسویں صدی کی سیاسی بے چینی اور معاشی کساد بازاری میں جو چیز سب سے زیادہ کارفرما دکھائی دیتی ہے وہ دورانِ زر کی سست رفتاری ہے، اعلیٰ شرح سود جس کی حد اکثر ۳۶ فی صدی سے بھی متجاوز ہو جاتی تھی ملک میں مبادلہ دولت میں بے شمار موانعات کا باعث بنی رہی۔ نام نہاد "پامر کمپنی" کا حیدرآباد میں اعلیٰ شرح سے سودی کاروبار انگلستان والوں تک کو اچنبے میں ڈالنے کے لئے کافی تھا اور برطانوی پارلیمنٹ میں اس کے مواخذہ کی روداد

آج بھی درسِ عبرت بنی ہوئی ہے لیکن ہمارے نزدیک صرف یہی ایک سودی ادارہ ایسا نہیں تھا جس نے حیدرآباد کی سیاسی اور معاشی بنیادوں کو کھوکھلا کردیا بلکہ اس کے ہمعصر اور دیگر جانشین ادارے اس دور میں بھی ملک کا خون چوس رہے ہیں۔ حیدرآباد کے لاکھوں کسانوں اور دستکاروں کی مفلسی اور ان پر قرضوں کا باران ہی کی ہوسناکی کا نتیجہ ہے اور صنعتی و تجارتی وسائل کی کس مپرسی کی بڑی وجہ ملک کی کثیر دولت کا اس طرح چند مخصوص طبقوں کے ہاتھ میں آجاتا ہے جو معاشی جدوجہد میں راست حصہ لینے سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

برایں وجہ ہمارے خیال میں جب تک سودی کاروبار کو بالکلیہ حکماً بند نہ کردیا جائے ہمارے خوشحال مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے ملک میں مہاجنی اور ساہوکاری کے خلاف خطرناک اثرات کا بہت کچھ احساس پیدا ہوچلا ہے اور ان کے متعلق مختلف قسم کی تحقیقات عمل میں لائی جارہی ہیں اور بعض احکام و قوانین کے ذریعہ اِن کے خلاف بندشیں بھی عاید کی جارہی ہیں لیکن چونکہ یہ طبقے کافی صاحبِ ثروت ہیں اور اس کی پوری صلاحیت بھی رکھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو تدابیر اختیار کی جارہی ہیں ان کا ردِ عمل بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ان طبقوں میں اس زمانہ میں گذشتہ کی بہ نسبت زیادہ تنظیم پیدا ہوگئی ہے اور اب وہ منظم طریقے سے سودخواری کی نئی نئی تدابیر اختیار کررہے ہیں اور چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تحریکِ امدادِ باہمی جس کا کہ آغاز مہاجنوں اور ساہوکاروں کے دست برد سے کاشتکاروں اور دستکاروں کو نجات دلانے کی خاطر کیا گیا تھا' باوجود اپنی مخلصانہ سعی پیہم کے خاطر خواہ سرسبز نہ ہوسکی۔ اور انجمنہائے امدادِ باہمی بھی کسی نہ کسی درجہ میں سود کو روا رکھنے پر مجبور ہیں۔ صرف استثنائی طور پر محکمۂ مالگذاری و بند و بست کی انجمنوں کی طرح چند انجمن ہائے اتحادی کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جہاں بلاسودی قرضہ دیا جاتا ہے لیکن جب تک عام طور پر سودی کاروبار کی ممانعت نہ کی جائے بلاسودی کاروبار

کرنے والے اداروں کی کامیابی میں مشکلات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں بالکلیہ سودی کاروبار بند کردیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اپنی پسماندہ رقم ملک کے دیگر بے شمار منفعت بخش کاروباروں میں مشغول کریں گے اور اس کی وجہ سے ملک کی ہر جہتی ترقی کی رفتار تیز تر ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ملک کی دولت نامناسب طور پر ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے گی، اس کی گردش برابر جاری رہے گی۔ اور صحیح معنوں میں محنت کرنے والے طبقوں ہی کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔ اور ان کو نہ کسی قسم کی شکایت کا موقع ملے گا اور نہ کسی انقلابی تحریک میں حصہ لینے کی ضرورت داعی ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک اور تجویز یہ ہے کہ یہاں محصول آمدنی (انکم ٹیکس) کے عاید کرنے میں کسی قسم کی تاخیر نہ کی جائے۔ اس کے متعلق اس مضمون میں ایک اور جگہ تذکرہ کیا گیا ہے یہاں یہ امر واضح کرنا مقصود ہے کہ دولت کی نامناسب تقسیم کو روکنے کے لئے جہاں انسداد سود لازمی ہے وہاں اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ جب ایک خاص مقدار سے زائد دولت کسی جگہ جمع ہو جائے تو اس میں سے ایک خاص تناسب کے حساب سے رقم علیحدہ کرکے امورِ عامہ کے مفاد کے لئے اسے کام میں لایا جائے۔

اس تجویز کی مزید اہمیت کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ دُنیا کے تقریباً تمام ممالک میں محصول آمدنی کو مالیات عامّہ کا جزو لاینفک تسلیم کرلیا گیا ہے اور اس سے گریز ناممکن ہوگیا ہے۔

ہمارے ملک میں اگر ترقی کے اس دَور میں ہی محصول آمدنی عاید نہ کیا گیا تو آیندہ اس کے لئے ہزاروں دشواریاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے حکومت کو اپنے مرحلہ اوّلین میں اس جانب توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف حکومت کی آمدنی میں غریب و مفلس رعایا

پر بغیر کسی قسم کا بار عاید کئے ہوئے معتد بہ اضافہ کی توقع کی جا سکتی ہے بلکہ اس کے ذریعہ حکومت اس قابل ہو جائے گی کہ وہ عام رعایا کی فلاح و بہبود کے وسائل پر زیادہ سے زیادہ رقم صرف کر سکے۔ نیز سرمایہ داری کے خلاف جن خرابیوں کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے ان کا ان تجاویز پر عمل کرنے سے قبل از قبل تدارک کیا جا سکے گا۔

---

# معاشرتی اصلاحات

کسی قوم کے اعلیٰ اخلاق و معاشرت اس کی ترقی کو اعلیٰ مدارج پر پہونچانے میں بڑا حصہ لیتے ہیں لیکن کسی قوم کی اصلاح میں اگر سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے تو وہ معاشرتی اصلاح ہے۔ ملک میں زراعتی وسائل سے بہ آسانی استفادہ حاصل کیا جاسکتا ہے مشینوں کی مدد سے بے شمار مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں، لیکن انسانی طبیعتوں کے ان رسم ورواج کو، ان کے نظام اخلاق کو بدلنے کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں۔

آئین نو سے ڈرنا۔ طرزِ کہن پہ مرنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اس سلسلہ میں بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اگر کسی معاشرتی خرابی کی طرف اشارہ کیا جائے اور اصلاح کی طرف قدم اٹھایا جائے تو مختلف فرقوں کی طرف سے مخالفت شروع ہو جاتی اور اصلاح کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے اور پھر معاشرت کے گوناگوں مسائل کا ایک حل بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس پر جب تک ایک علیحدہ مستقل مضمون نہ لکھا جائے ناظرین کی تشفی نہیں ہوسکتی۔

مضمون زیر بحث میں ہم اپنی معاشرتی چند نمایاں خرابیوں کی طرف اشارہ کردینا کافی

سمجھتے ہیں۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں اور خصوصاً شہر حیدرآباد کی آبادی (جو کہ تمام قلمرو کے لئے ایک بڑی نظیر قایم کر رہی ہے) لباس، رہائش اور سواری میں بہت سی تکلفاتی چیزیں شامل ہوگئی ہیں اور ہماری آمدنی سے ہمارا خرچ زیادہ ہوگیا ہے۔ بعض اوقات معمولی معمولی تقاریب مثلاً تسمیہ خوانی میں جو اخراجات کئے جاتے ہیں وہ دیگر اہم تقاریب سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور اس میں مردوں سے زیادہ عورتوں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ شادیوں میں جہیز کی خاطر اگر مکانات بھی گروہ ہو جاتے ہیں تو اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ لباس میں سونے اور چاندی کے کام کی کثرت سے استعمال کرنے کی وجہ سے ملک کے سونے اور چاندی کی ایک بڑی مقدار سلمہ اور ستارہ چمکی اور کارچوب کی شکل میں منتقل ہو رہی ہے اور یہی رفتہ رفتہ کہنہ اور بوسیدہ ہوکر آخر میں مٹی ہو جاتی ہے۔ یہ قوم کی دولت کا نہایت برا مصرف ہے۔ ہمیں اپنی ہر جہتی فلاح و بہبود میں ترقی منظور ہے تو معاشرت کی اس قسم کی اور بے شمار خرابیوں کو رفع کرنے کی طرف جلد سے جلد متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ عورتوں میں معاشرت کی اصلاح کی غرض سے ہرہائی نس حضرت علیہ دُردانہ بیگم صاحبہ کے خطبۂ صدارت کی جو انہوں نے خواتین کی کانفرنس میں پڑھا تھا جس قدر اشاعت کی جائے مناسب ہے کیونکہ اس میں حکیمانہ طور پر معاشرتی مباحث سے بحث کی گئی ہے اور اصلاح معاشرت کی بہتر سے بہتر تدابیر بتائی گئی ہیں۔

معاشرتی اصلاح کے ساتھ معیار زندگی کا سوال پیش آتا ہے اور معیار زندگی کے تعین میں آمدنی کے تحت مصارف زندگی کے توازن کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے اس کتاب کی تمہید میں ظاہر کیا ہے جب تک ہمارے پاس ایسے اعداد موجود نہ ہوں جن کے ذریعہ ہماری آمدنی اور ہمارے مصارف کی مقدار کا صحیح اندازہ کیا جا سکے اس وقت تک ہم اس ضمن میں کوئی خاص تجاویز پیش نہیں کر سکتے۔

بظاہر ہمیں یہ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری آمدنی سے ہمارے مصارف زندگی بہت متجاوز ہو گئے ہیں۔ احتیاجات زندگی و کارکردگی کی تو ہر صورت میں تکمیل ضروری ہے لیکن مقام عبرت یہ ہے کہ ان احتیاجات پر صحیح طور سے رقم صرف نہ ہوتے ہوئے اشیاء راحت و تعیش پر بے دریغ رقم صرف کی جا رہی ہے اور مصارف زندگی کا توازن بالکل بگڑ گیا ہے جس سے بے شمار معاشرتی خرابیاں نمودار ہو رہی ہیں۔

اگر مصلحان قوم ایسے اعداد فراہم کر کے ملک کے سامنے پیش کریں جن سے یہ ظاہر ہو سکے کہ ہماری عرق ریز محنت سے حاصل کی ہوئی آمدنی کا کس قدر حصہ سنیما گھروں، سیندھی شراب خانوں اور دیگر مخربات زندگی کے شعبوں پر صرف ہو رہا ہے تو خود قوم کی آنکھیں کھل جائیں گی اور خود قوم ان کے حسن و قبح پر غور کر سکے گی۔

صرف چند سال کے اندر خاص شہر حیدر آباد میں سنیما گھروں کی جو کثرت ہو گئی ہے اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ کس بُری طرح ملک کے نوجوانوں کے پیسہ اور وقت کا خون کر کے ان کے اخلاق و کردار کو بگاڑا جا رہا ہے۔ مدرسوں اور کالجوں سے حاصل کی ہوئی سب تعلیم نذر سنیما ہو رہی ہے اور ہمارے نوجوان سنورنے سے پہلے بگڑ رہے ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ اوقات مدرسہ میں خود مدرسوں کے سامنے سنیما کے کھیل دکھائے جاتے ہیں اور مدرسوں سے بڑھ کر سنیما گھر آباد نظر آتے ہیں۔ سنیما کے فلموں کے معیار اخلاق کا اندازہ کئے بغیر ان کی نمائش کی اجازت عام ہے۔ اس امر کی کوئی باضابطہ کوشش اب تک نہیں کی گئی کہ مخرب اخلاق فلموں کی درآمد کو روک دیا جائے یا کم از کم ملک کے نونہالوں کو ان کے دیکھنے سے باز رکھا جائے۔ یا جس طرح خود یورپی ممالک میں بچوں کے اخلاق کے تحفظ کی خاطر بچوں کے سنیما علیحدہ کر دئے گئے ہیں اسی طرح یہاں بھی امتیاز قایم کر دیا جائے۔ بلکہ ہمارے مشاہدے میں

سیندھی اور شراب سے اس قدر تباہی ملک میں نہیں پھیل رہی ہے جس قدر اس زمانے میں سنیما کی وبا اپنے مضر ترین اثرات سے ملک کے ہر طبقہ کے افراد کو متاثر کر رہی ہے اور انسداد مسکرات سے کہیں بڑھ کر خود سنیما کے خلاف عملی اقدام کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ کاش ہمارے ملک کی کوئی اصلاحی انجمن اس مہم کو سر انجام دے۔

اس ہی طرح رہائش و سواری میں ضرورت سے زائد تکلفات تعیش کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ عمارتوں کی تعمیر میں مغربی ممالک کے نمونوں کے اختیار کرنے کا حد درجہ شوق ملک کے موسمی حالات اور عام ضروریات کے لحاظ سے جس قدر بھی ناموزوں ہیں وہ ایک الگ سوال ہے یہاں صرف اگر مالی نقطۂ نظر سے ان عمارتوں کی لاگت کا مقابلہ ان کی پائیداری اور استفادہ سے کیا جائے تو ان عمارتوں کی ناقابل برداشت گرانی کا علم ہو سکے گا۔ سواری کے لئے موٹروں کی بے جا کثرت کی بھی یہی کیفیت ہے۔ نئے نئے ڈزائن کی موٹروں کی خرید اور کثیر مصارف پیٹرول ملک کی دولت پر بے جا بار ثابت ہو رہا ہے اور ہمارے ملک کی کثیر رقم اس طرح دیگر ممالک کی نذر کی جا رہی ہے۔ اور اس کی تکمیل جن ذرائع سے کی جا رہی ہے وہ بھی ناگفتنی ہیں۔

غرض معاشرتی اصلاح کے لئے بے جا مصارف کی روک تھام اور اعلیٰ اخلاق و کردار کی تعلیم و تدریج کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے تحریص و ترغیب کے ساتھ مناسب تہدید و تشدد کو بھی کام میں لانا ہوگا۔

# علوم و فنون کی تعلیم کی ترویج

قلمرو آصفیہ میں مختلف علوم و فنون کی اشاعت و ترقی دور عثمانی کا سب سے درخشاں کارنامہ اور آصفی تاریخ کا زرین باب ہے۔

ابتدائی مدارس سے ابتدا کر کے اعلیٰ ترین مدارس تک جدید ترین اصولوں پر تعلیم دی جاتی ہے۔ نئے نئے مدارس ملک کے ہر ضلع میں کثرت سے کھولے جا رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ آبادی کے تناسب سے ابھی تعلیم یافتہ آبادی کی تعداد زیادہ نہیں ہے لیکن اس کمی کی تلافی تعلیم کے معیار کو بلند کر کے کر دی گئی ہے اور ہمارے پاس کی تعلیم کے معیار کا اندازہ ان افراد کی کارگزاری سے کیا جا سکتا ہے جو اس سے مستفید ہو رہے ہیں تاہم معیار کی بلندی کے ساتھ تعداد میں زیادتی کا بھی خیال حکومت کے پیش نظر ہے اور اس کی کوششیں اس جہت میں بھی برابر جاری ہیں اور ممالک محروسہ کے مختلف مذاہب اور فرقوں کے افراد کی تعلیم کا یکساں خیال کر رہی ہے۔ ملک کے اچھوت طبقہ کی تعلیم کے لئے ہماری حکومت نے جو انتظامات کئے ہیں وہ بھی وقتی ضرورت کی کافی تکمیل کر رہے ہیں۔

قلمرو آصفیہ میں علوم شرقیہ اور علوم مغربیہ کے درمیان ایک خاص قسم کا امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ مسرت کا مقام ہے کہ جدید علوم کی ترویج کے ساتھ قدیم علوم

کے احیاء کا بھی خیال ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ "دائرۃ المعارف" کی مطبوعات نے اکثر ان نایاب قدیم تصانیف کے علمی خزانوں کو منظرِ عام پر پہونچا دیا ہے جو زمانے کی گردشوں سے تہِ خاک ہو کر ہمیشہ کے لئے مدفون ہو رہے تھے۔ اس ادارہ کی کتابوں کی زیادہ قدر اور مانگ صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہے بلکہ مصر، عربستان، افغانستان، جرمنی، فرانس اور انگلستان میں بھی ہے۔

"محکمۂ نظامت دیوانی و ملکی" میں انتظامی امور کے علاوہ قدیم تاریخی فرامین دساتیر، دستاویزات اور کتب و رسائل کی فراہمی و حفاظت اور ان کی تدوین و ترتیب جس حسن خوبی کے ساتھ انجام پارہی ہے وہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس محکمہ کے فراہم شدہ تاریخی ذخیرے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں کسی اور جگہ اس قدر کثیر تعداد اور مرتب حالت میں قدیم تاریخی مخطوطات یکجا نہیں مل سکتے۔ خصوصاً مغلیہ دور کے اکثر اصلی فرامین و دساتیر کا یہاں بہ آسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور اس دور کے نظم و نسق کے تفصیلی حالات کا باضابطہ رکاڈ یہاں موجود ہے۔ اسی طرح شاہانِ آصفیہ کی تاریخ کا ورق ورق یہاں محفوظ ہے اور جویانِ علم کے استفادہ کے لئے بہت سی سہولتیں پیدا کردی گئی ہیں۔

**جامعی تعلیم** جامعہ عثمانیہ کی تاسیس سے نہ صرف ملک سرکار عالی بلکہ تمام ہندوستان کے لئے علوم و فنون کی تعلیم کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جس میں ہندوستانی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ہندوستانی زبان نہ صرف مغربی علوم کے بار کی متحمل ہوسکتی ہے بلکہ ہندوستان کے لئے اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ ابتدائی دس سال جامعہ عثمانیہ کے لئے بطور تجربہ کے تھے۔ اور اس دور میں یہاں کے فارغ التحصیل طلبار کی خوب آزمائش کی گئی جب ان طلبار نے نہ صرف ہندوستان بلکہ یوروپ کی متعدد جامعات میں اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا اور اس کے تجربہ

کا دَور ختم ہوگیا۔ جامعہ عثمانیہ کے اصولوں کی تائید ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے ہو رہی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ اس کوشش کے بجائے کہ یہاں کی جامعہ دیگر جامعات میں تسلیم کرلی جائے دیگر جامعات ہند سے جامعہ عثمانیہ مطالبہ کرے کہ وہ جلد از جلد اپنے ذریعۂ تعلیم کو بدل کر ہندوستانی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائیں ورنہ اس جامعہ کو اُن کے تسلیم کرنے میں تامل ہوگا۔

ذریعۂ تعلیم کے اس زبردست مسئلہ کو حل کر کے قلمرو آصفیہ مطمئن نہیں ہوگی بلکہ اب اس کے پیش نظر طرز تعلیم کے بدلنے کا مسئلہ بھی ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے سابق پرو وائس چانسلر مسٹر میکنزی آنجہانی اور جناب مولوی فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات کی مرتب کردہ اسکیم حکومت کی جانب سے چند ترمیمات کے ساتھ منظور ہوگئی ہے اور اب اس کے ذیلی امور مرتب کئے جا رہے ہیں جس کے بعد اسے عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس منظور شدہ اسکیم کی تجاویز سے اصولی اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ذیلی امور میں جو اختلاف ہو سکتا ہے اس کے متعلق اس مضمون میں ذکر بے محل ہوگا۔ ہم اس کی توقع کرتے ہیں کہ جس طرح ہمارے جدید ذریعۂ تعلیم نے ملک میں ایک نئی فضا پیدا کر دی ہے اُسی طرح مجوزہ طرز تعلیم سے ہماری قلمرو میں بہت سی تعلیمی اصلاحات عمل میں آئیں گی۔

فنّی تعلیم کے لئے ایک نئی اسکیم کی ضرورت ہے۔

حکومت کی نئی اسکیم کے سلسلہ میں ہم اس قدر ضرور کہیں گے کہ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے فنّی تعلیم کے لئے موجودہ اسکیم سے بالکل علیحدہ ایک نئی اسکیم مرتب کی جانی چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ اسکیم میں فنّی تعلیم کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے لیکن اس کے لئے جو تجاویز پیش کی گئی ہیں وہ فنّی نظام تعلیم کا خیال کرتے ہوئے ابھی بہت ناکافی ہیں۔ ہم نے فنّی تعلیم کے متعلق معاشی وسائل کی ترقی کے سلسلہ میں زراعتی۔ تجارتی اور صنعتی اعلیٰ تعلیم پر زور دیا ہے اور اِن فنون میں تحقیقات کی ضرورت کو واضح کیا

ہے۔یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب تک ہمارے ملک میں اس قسم کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اعلیٰ پیمانے پر علیحدہ انتظام نہیں ہوگا اس وقت تک نہ تو ہمارا تعلیمی مقصد پوری طرح حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہمارا ملک زرعی صنعتی اور تجارتی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ہمارے پاس اس وقت ایک بھی تجارتی یا زراعتی کالج موجود نہیں ہے۔صنعت و حرفت کے سلسلہ میں بعض چھوٹے صنعتی مدارس ہیں۔ایک ادارہ مصنوعات ہے اور ایک گورنمنٹ سنٹرل ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ ہے اور یہی ہماری صنعتی تعلیم کی کُل کائنات ہے۔اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ ملک کے مختلف ماہرین فن اور متعلقہ عہدہ داران کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو ہماری قلمرو میں اعلیٰ پیمانے پر زراعتی اور صنعتی اور تجارتی تعلیم کے انتظامات پر غور کرے لیکن ہمارے خیال میں یہ کمیٹی اپنے فرائض کو اس وقت تک پوری طرح انجام نہیں دے سکتی جب تک کہ اس کے اراکین دیگر ممالک کے فنّی نظام تعلیم کے مسائل سے واقفیت حاصل نہ کریں۔اس کے لئے صرف ہندوستانی حالات کی واقفیت کافی نہیں ہوگی کیونکہ ابھی تک ہندوستان فنی تعلیم میں ملک کی ضروریات کے لحاظ سے بہت پیچھے ہے۔ہمارے خیال میں اس کے لئے جاپان اور امریکہ کی فنّی تعلیم کا مطالعہ بہتر ہوگا جہاں نہ صرف کالجوں بلکہ کارخانوں میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر فنّی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے لیکن ہماری اس تجویز کے ساتھ ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہم اس کے مؤیّد نہیں ہیں کہ ان تمام چیزوں کا بار حکومت پر ڈالا جائے۔ہمارے خیال میں جہاں تک ان امور میں رہنمائی اور نگرانی کا تعلق ہے حکومت کا یہ ضروری فریضہ ہونا چاہئے کہ وہ اس میں عوام کی اعانت کرے لیکن ان کے انتظامات اور ان کے لئے سرمایہ کی فراہمی میں ملک کے کاروباری طبقہ کو بہت زیادہ حصہ لینا چاہیئے۔ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے ملک میں بعض ایسے خانگی ادارے قایم ہو رہے ہیں جو اپنی کوششوں سے صنعتی تعلیم کا انتظام کر رہے

ہیں۔ اگرچہ کہ ابھی یہ ادنیٰ پیمانے پر ہیں۔ ان میں ہمارے ملک کے یتیم خانوں کے نام پیش پیش ہیں۔ جن میں انجمن خادم المسلمین اور انیس الغربا کی صنعتی تعلیم کا انتظام قابل اطمینان ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ملک کے لاوارث اور یتیم بچوں کو آیندہ کے لئے ہنرمند کاریگر بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ابھی ہمارے ملک کے کارخانے اس قسم کی تعلیم دینے کی طرف مائل نہیں ہوئے البتہ ایک استثنائی مثال ہمیں کارخانے "تاج کلے ورکس" کی ملتی ہے جہاں کارخانے کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کیا گیا ہے جس میں متعدد بچوں کو وظیفہ دے کر گِل کی صنعت (Ceramic Industries) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک دو سال کے عرصہ میں تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار روپیہ تعلیم پانے والے بچوں کو بطور وظیفہ کے اس کارخانے کی جانب سے دئے گئے۔ یہ مثال ہمارے ملک کے دیگر بڑے بڑے کارخانہ داروں کے لئے یقیناً قابل تقلید ہوگی۔ اس سے ایک طرف صنعتی تعلیم عام ہوتی ہے اور دوسری طرف کارخانوں کے لئے ماہر مزدوروں کی فراہمی میں آسانی ہوتی ہے۔

فنی صنعتی تعلیم کے علاوہ 'دیہی تعلیم' اور 'جبری تعلیم' کے مسائل بھی ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔ ہم نے ان کے متعلق متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ہمارے خیال میں ان مسائل کا حل زیادہ تر خود مقامی کوششوں پر منحصر ہے۔ حکومت کی طرف سے البتہ ایک لائحہ عمل مرتب کیا جا سکتا ہے۔ جس کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے مقامی عہدہ داروں اور مقامی جماعتوں کو ہدایتیں دی جا سکتی ہیں لیکن یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہماری رائے میں تعلیم کی عمومیت سے زیادہ تعلیم کے افادی پہلو کو پیش نظر رکھنا قرین مصلحت ہوگا۔

# قلمروِ آصفیہ کے آثارِ قدیمہ اور اُن کی علمی قدر و قیمت

ہم نے اس مضمون کی تمہید میں قلمروِ آصفیہ کے شاندار ماضی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ہمارے خیال میں کسی ملک کے تمدنی ارتقاء کا اندازہ اس پر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک کے افراد اپنے ملک کی اثری یادگاروں کی کتنی قدر کرتے ہیں اور ان کے تحفظ کے لئے کس قسم کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری سلطنت میں آثارِ قدیمہ کے محکمہ کو قایم ہو کر ابھی بمشکل پچیس ۲۵ سال ہوتے ہیں لیکن یہ دورِ عثمانی کی ایک زبردست یادگار ہے اور حضرت اقدس واعلیٰ کی علم پروری اور روشن ضمیری کی بیّن دلیل ہے۔ ناظم صاحب آثارِ قدیمہ کی اَن تھک کوششوں سے اس محکمہ کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ آج کون ہے جو اجنٹہ اور ایلورہ کی تمدنی یادگاروں سے واقف نہیں اور کون ہے جو اس کا معترف نہیں کہ سلطنت آصفیہ اپنی مایۂ ناز یادگاروں پر بلا امتیاز مذہب بے دریغ رقم صرف کرتی ہے۔ خواہ وہ یادگاریں ہندو مذہب کی ہوں یا جین مت کی۔ بُدھا کے پیرؤوں کی ہوں یا اسلام کے نام لیواؤں کی۔

ضلع رائچور میں زمانہ ماقبل تاریخ کی آبادیوں کا جو پتہ لگایا گیا ہے اور تخفیر کے ذریعہ ان مقامات سے حجری دور اور اس کے بعد کے زمانے کی جو اشیاء حاصل کی گئی ہیں وہ دکن کے قبل از تاریخی دَور کی تاریخ کا ایک نیا باب کھولتی ہیں۔ اس سررشتہ کی مطبوعات اپنے مواد اور حسن طباعت کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہیں۔ اور یورپ کے ماہرین تنقید سے ہمیشہ خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ہم کو یہ دیکھ کر

سخت تعجب ہوتا ہے کہ اس دور میں جب کہ جامعہ عثمانیہ کی عمارت کی تعمیر پر ایک کثیر رقم صرف ہو رہی ہے اس محکمہ پر جس قدر کثیر رقم صرف کرنی چاہیئے اتنی نہیں ہو رہی ہے اس امر کو واضح کرنا تحصیل حاصل ہوگا کہ عصر ماقبل تاریخ کی نہیں بلکہ تاریخی دور کی بھی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لئے ہم کو اسی محکمہ کی محنت شاقہ پر تکیہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس محکمہ کے ذریعہ مواد کے حاصل کرنے میں جس قدر جلدی کی جائے اسی قدر وہ تلف ہونے سے محفوظ رہے گا۔ یہاں اس چیز کے بھی بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ تمام متمدن ممالک اپنے آثار کی تشہیر کے ذریعہ غیر ممالک سے سیاحوں کو مدعو کرتے ہیں اور اس طرح اپنے ملک کو غیروں کی تفریح گاہ بناکر منفعت حاصل کرتے ہیں۔

آثار قدیمہ کی اہمیت کا صحیح اندازہ موسیو لبیان کے اس بیان سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے اقوام عالم کے عروج و زوال کی تاریخ لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

"میں لٹریری کتابوں سے شدت کے ساتھ احتراز کرتا ہوں کیونکہ
وہ فائدہ کم پہونچاتی ہیں اور گمراہ زیادہ کرتی ہیں لیکن آثار قدیمہ بہت کم
بھٹکنے دیتے ہیں اور قدیم اور برباد شدہ قوموں کے خیالات کا ان سے
زیادہ امین اور محافظ کوئی نہیں ہو سکتا۔"

# حکومت کا نظم و نسق

وسائل دولت کی ترقی، معاشرتی اصلاحات اور تعلیمی بیداری کے ساتھ ملک کے نظم و نسق کا سوال پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے نظام حکومت کی ہئیت ترکیبی پر غور کرنے کی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ دُنیا کے مختلف سیاسی تجربے اور حکومتوں کے مختلف مسلک ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور کسی قوم کو کسی مستقل طرز حکومت کے اختیار کرنے میں بڑی سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اس زمانے کی مصلحین عام طور پر کسی قوم کی خصوصیات معلوم کئے بغیر "عمومی طرز حکومت" اختیار کرنے کا مشورہ دے دیتے ہیں اور بعد میں اس کے مضر نتائج کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر ہم ناظرین کو قبل از قبل "عمومیت" کی حقیقت اور نتائج سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

نشاۃ جدیدہ کے بعد سے جہاں بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان میں سب سے بڑی نعمت عمومیت کا قیام سمجھا جاتا ہے۔ اس نعمت پر آج دُنیا جو فخر و مباہات کے ترانے گا رہی ہے اس سے ہمارے کان نا آشنا نہیں ہیں۔ اسی عمومیت پر انسان کے معراج کمال کا دار و مدار رکھا گیا ہے اور اسی کا فقدان ذلت انسانی کی سب سے بڑی دلیل سمجھی گئی۔ لیکن جب نظر تحقیق اس کی حقیقت کا جائزہ لیتی ہے تو شاید اس سے بڑھ کر کسی اور سراب کا پتہ نہیں چلتا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عمومیت ایک بے معنی لفظ بن گیا ہے۔ عمومیت کے معنی

یورپ کے مدبرین اور عام لوگ جو سمجھ رہے ہیں وہ اس سے کچھ جداگانہ ہی ہیں جو دراصل ہونے چاہئیں حقیقی عمومیت تو وہی ہے جس میں عوام کو حکومت میں مساویانہ اختیارات حاصل ہوں اس زمانہ میں جبکہ عمومیت کا لفظ تقریباً یورپ کے ہر حصہ میں کشت وخون کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے اس وقت اس لفظ میں کچھ نہ کچھ حقیقت مضمر تھی۔ کیونکہ کم ازکم وہ لوگ جو اس کے مبلغ تھے وہ اس کی پوری خصوصیات پر عمل کرنے کے متمنی نظر آتے تھے اور انھوں نے اس کی نشر واشاعت کے لئے جنگ بھی کی۔ اگرچہ ان کی ان تھک کوششوں کے بعد بھی جو حکومتیں قائم ہوئیں ان میں عمومیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔

لیکن اس وقت عمومیت کا جو مطلب لیا جارہا ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حکومت میں عوام کا حصہ بس رائے دہی تک محدود رہے اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ رائے دہی میں مملکت کے ہر فرد کو کافی حصہ ملے۔ یہ حالت آج ان تمام ممالک کی ہے جہاں نام نہاد عمومی طرز کی حکومتیں قایم ہیں۔ ان مملکتوں میں اگرچہ وہاں کے کثیر افراد کو رائے دہی کا حق ضرور حاصل ہے لیکن یہ افراد حکومت کے امور میں پھر کوئی دخل نہیں دے سکتے۔

ایک عرصہ سے عموم کی حکومت کا تخیل یورپ میں چلا آرہا ہے لیکن یہ صرف تخیل ہی کی حد تک رہا اس کو کبھی عملی شکل میں پیش کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اور نہ آیندہ کبھی اس کی امید ہوسکتی ہے۔ اب تو خود خیالی عمومیت کے علم برداروں ہی کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ گزشتہ نصف صدی کے مقابلہ میں عمومیت کے حامیوں کی تعداد کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تو پھر زبردست عمومی نظام کے قیام کی صورت کس طرح ممکن ہوسکتی ہے۔ یورپ کے جن ممالک میں جہاں چالیس پچاس سال قبل عمومیت کے مبلغوں نے ایک شور مچا رکھا تھا اور اپنے مسلک کی اشاعت میں قید وموت سے ڈرتے نہ تھے اور صحیح مساوات واخوت کے راگ الاپنے میں انہوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی

آج وہیں سے نام نہاد عمومی طرز حکومت کے خلاف بیزاری کی آوازیں نکل رہی ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ حقیقی عمومیت کا یہ مطلب ہے کہ کسی مملکت میں ہر فرد کو وہاں کی حکومت میں مساویانہ دخل دینے کا موقع ملے اور وہ مستقل طور پر براہ راست اپنا اثر حکومت کے امور میں قائم رکھ سکے لیکن مساوات کا یہ نظریہ جو کہ عمومیت کی جان ہے اپنے اندر ایک عجیب حقیقت پوشیدہ رکھتا ہے۔ یوں تو مساوات کے حامی بننے کے لئے سب تیار ہیں لیکن خود مساوات کیا ہے اس پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مساوات کا تخیل دراصل ایک مذہبی عقیدہ سے شروع ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق اکبر نے سب انسانوں کو ایک نہج یا سرشت پر پیدا کیا اور جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے سب آپس میں برابر ہیں پھر خواہ کوئی کتنا ہی شریف باعزت اور دولت مند کیوں نہ ہو۔ اور دوسرا اس کے مقابلہ میں کتنا ہی ذلیل، جاہل اور غریب کیوں نہ ہو بشریت کے زمرہ میں سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے۔ بس یہیں تک صحیح یکسانی اور مساوات کا تعلق ہے۔ اس کے آگے فرق مراتب کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کی انتہا کی کس کو خبر۔

مگر ذرا ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ اس مساوات کے عقیدہ کو سیاسی حیثیت سے اس شکل میں پیش کیا گیا کہ کسی مملکت میں وہاں کے باشندوں کو حکومت میں بھی مساویانہ اختیارات حاصل ہونے چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ تمثیل کے دائرے سے ہٹ کر عملی دنیا میں یہ چیز کہاں تک ممکن ہے۔ افلاطون اور افلاطن جیسے مدبروں کی بلند پروازی مسلّم لیکن زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے ان کی تعلیم کی صحت کی کون ذمہ داری لیتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ مساوات کی اس قسم کی سیاسی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے کئی مرتبہ زبردست کوششیں ہوئیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ہر مرتبہ اس کا بُری طرح خمیازہ بھگتنا بھی گیا۔ اب

پھر چند صدیوں سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور اس کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا گیا۔ بلکہ جنگ عظیم سے قبل تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگا۔ اور مساوات ہی کا دَور دَورہ رہے گا۔ لیکن یہ جنگ اس تجربے کے حق میں موت کا پیغام لائی مگر اس مرتبہ عمومیت کی تحریک کو جو ضرب لگی وہ کچھ عجیب انداز کی تھی۔ اس سے پہلے جب عمومیت کی تحریک ناکام ہوتی تو صرف عملاً عمومی طرز حکومت کا خاتمہ ہوجاتا بلکہ طرز حکومت کا نام بھی بدل دیا جاتا۔ لیکن اس مرتبہ اگرچہ جو کچھ بھی تھوڑی بہت عمومیت حاصل ہوچکی تھی اس کے خاتمہ پر عمومیت کے لفظ کی وہی شان باقی رہی عملاً تو پھر وہی شخصی مطلق العنان طریقہ پر کام ہو رہا ہے لیکن اس کو عمومیت کا نام دیا جاتا ہے۔ جب ہم الفاظ کی حد سے گزر کر حقیقت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

اس زمانے میں عام رجحان مرکزی قوت کو مستحکم کرنے کا ہو رہا ہے جو کہ مساوات اور اس کی وجہ سے عمومیت کے لئے سخت تباہ کن ثابت ہوگا۔ بے شمار اسباب جو بجائے خود ایک الگ مستقل مضمون کے محتاج ہیں ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ اب واقعی عمومیت کا باقی رہنا مشکل ہوگیا ہے آمریت (DICTATOR SHIP) اور بالشویت کی زبردست تحریکیں اسی کا نتیجہ ہیں۔ مرکزی حکومت کے اقتدار میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ اقتدار اب اتنا قوی ہوگیا ہے کہ تاریخ کے پچھلے دوروں میں اس کی مثالیں مشکل سے ملتی ہیں۔ عوام اس اقتدار کے مقابلہ میں بے بس ہوتے جا رہے ہیں۔ گزشتہ زمانے میں اگر کوئی ظالم بادشاہ تخت پر آجاتا یا امرار کا کوئی طبقہ سلطنت پر حاوی ہوجاتا تو خواہ وہ بادشاہ یا امرار کتنی ہی سختی کیوں نہ کرتے لیکن یہ امید ضرور رہتی تھی کہ ان کی چند روزہ حکومت ہے اور ان کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے لیکن اب جو حکومتیں نام نہاد عمومیت کے پردے میں اپنا

کام کر رہی ہیں ان کی کیفیت اس سے جداگانہ ہے۔

اٹلی، جرمنی، ترکی وغیرہ کی مثالوں کو اس وقت ہم نظر انداز کئے دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو علی الاعلان عمومی طرزِ حکومت سے بے اعتنائی برتی۔ انگلستان، فرانس اور امریکہ جو اب تک اس کے دعوی دار ہیں ان کے وہاں کی عمومی طرزِ حکومت کا حال ملاحظہ ہو۔ وہاں عمومیت کا دار و مدار بس حق رائے دہی تک محدود رہ گیا ہے اور اس رائے دہی میں جو اثرات کام کرتے ہیں ان کا حال تو کسی نمایندے گر[1] (Boss) سے پوچھئے۔ سر بہ فلک عمارتیں، روپیوں کی تھیلیاں، بڑے بڑے اشتہارات بیچارے غریب رائے دھندوں کو اپنی آزادی ضمیر کی طرف بھی متوجہ ہونے نہیں دیتے جہاں ایک وقت انتخاب ہوگیا تو پھر رائے دھندوں اور منتخبہ نمایندوں میں کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔ اور پھر ان نمایندوں میں معدودے چند ایسے رہ جاتے ہیں جو تمام معاملات پر اس طرح قابو پا جاتے ہیں کہ ان کے مقابل کسی کو زبان ہلانے کی ہمت نہیں ہوتی انگلستان جیسی دستوری حکومت میں جنگ عظیم کے دوران میں لائڈ جارج نے دو تین اراکین کو ملا کر بغیر پارلیمنٹ کے مشورہ کے جو غضب ڈھائے ان کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ اب بھی انگلستان کا دستور وہی ہے لیکن لائڈ جارجوں کی کمی نہیں۔ رمزے میکڈانلڈ کو خود اس کی پارٹی کے لوگ غدار پکارتے تھے لیکن اس کے استبداد نے ایک ایسی پارٹی کو پیدا کیا تھا جو اس کی اپنی پارٹی سے زیادہ اس کے اشاروں پر چلنے کے لئے تیار دکھائی دیتی تھی۔ یہی حال فرانس، جرمنی اور امریکہ میں ہے۔

دُنیا کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دستوری نظام پر عمل ہو رہا ہے۔ پارلیمنٹ، کانگریس، اسمبلی رائخستاگ غرض عمومی حکومت کے تمام لوازمات برابر قائم ہیں لیکن ان کی اصل حقیقت کیا باقی رہ گئی

---

[1] یہ لفظ بادشاہ گر کے مقابل بنایا گیا ہے زمانہ حال کے انتخابوں میں کامیابی کا دار و مدار ان نمایندہ گروں ہی کے اوپر رہ گیا ہے۔

ہے یہ سوال نہ کیا جائے۔

## مجلس آئین واصلاح ورعایات وحقوق
## طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

اب بھی وہی ہو رہا ہے جو پہلے ہوتا تھا لیکن پہلے علی الاعلان عوام پر حکومت ہوتی تھی اب ان پر دستوری حکومت کا جادو کرکے انہیں اپنے قابو میں رکھا جاتا ہے کیا اسی کا نام عمومیت ہے؟ یہ عمومیت کا سراب نہیں تو کیا؟ خود یورپ کے مدبرین اس روش سے اب بیزار ہوتے نظر آتے ہیں ان کے کثیر مقالات اس مضمون کے متعلق نکل رہے ہیں کہ رہی سہی عمومیت کا زوال اب قریب آرہا ہے چنانچہ ان ہی کے قلم سے یہ جملے نکلے ہیں:۔

"عمومیت اپنے عالم جان کنی میں ہے" (Democracy is in its death throes)

(Democracy is not the mode of the moment, it is not the way the world is going.)

"نہ اب عمومیت کا دور دورہ ہے نہ دنیا اس ڈگر پر چل رہی ہے"

لیکن ہمارا یہ کہنا ہے کہ عمومیت تھی ہی کب کہ اس کا زوال ہوتا یہ صرف ایک دھوکہ ہی دھوکہ رہا۔ عمومیت کی جو تعریف بیان کی جاتی ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر فرد مملکت کا امور سلطنت میں اتنا ہی دخل ہو جیسا کہ اس کے دوسرے ساتھی کا۔ لیکن یہ چیز کب عالم وجود میں آئی یا کب اس کی توقع ہو سکتی ہے۔ یہ صورت اسی وقت ممکن ہو سکتی تھی جب کہ انسانی دماغ اور طبائع ایک ہی قسم کے ہوتے۔ اور تقسیم دولت میں کامل مساوات ہوتی پہلی دو چیزوں میں یعنی انسانی دماغ اور

---

لہ یہ اقوال پروفیسر چیسٹرٹن کے ہیں۔

طبائع کے تفاوت میں دخل دینا تو انسانی دسترس سے باہر ہے اس کے متعلق کسی قسم کی یکسانی کی آرزو کرنا اپنی نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ رہا تقسیم دولت میں مساوات قائم کرنے کا سوال بظاہر تو یہ چیز ممکن معلوم ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ تمام دولت ایک جگہ جمع کردی جائے اور پھر برابر حصوں میں سب کو تقسیم کردی جائے لیکن اس سے بھی قطعی تصفیہ ناممکن ہے۔ ہر نسل بلکہ ہر ولادت اور موت کے بعد از سرِ نو تقسیم کا سوال پیدا ہوگا اور اس پر بھی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ زائد حصہ مل جائے گا اور پھر وہی صورت پیش آئے گی جواب ہے۔

غرض اصل عمومیت کے قیام کا خیال ایک ناممکن العمل تحریک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ہر وہ تحریک جو عمومیت کے قیام اور اس کے کامیاب بنانے کے لئے کی جارہی ہے وہ عمومیت کے مفہوم کو مہمل سے مہمل تر بنا رہی ہے۔

مزید براں بالخصوص جن ممالک میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں کی اقوام متوطن ہوں وہاں عمومی طرزِ حکومت کی پائداری کی کوئی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔

سیاساتِ اقوام عالم اور متعدد دساتیر مملکت کے مطالعہ کے بعد ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر ملک اور ہر قوم کے لئے ایک خاص قسم کا نظام حکومت وہاں کے حالات و خصائل کے لحاظ سے موزوں ہوتا ہے۔ اور اس نظام حکومت کا اگر ہر شعبہ اپنے فرائض منصبی کو بحسنِ خوبی انجام دے تو پھر کسی قوم کے معراجِ کمال پر پہونچنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ قلمروِ آصفیہ کا نظام حکومت خاندانِ آصفیہ کے شاہی تدبر و سیاست اور حیدرآبادی قومیت کی قدیم روایات کا آئینہ دار ہے۔ اس کا ہر کل پرزہ اپنی اپنی جگہ اس طرح جمایا گیا ہے کہ اس تمام نظام حکومت میں ذرا بھی تزلزل آنے نہ پائے۔ حکومت کے تینوں شعبے۔ شعبۂ عاملہ[1]۔ شعبۂ مقننہ[2] اور شعبۂ عدلیہ[3] کو ایک دوسرے سے ممیز کر کے نظم و نسق کی تمام بنیادی خرابیوں کا قلع قمع کردیا گیا ہے۔ باب حکومت کا قیام۔ عدالت العالیہ کا منشور۔ اور مجلس وضع قوانین

کا وجود زمانہ حاضرہ کے بہتر سے بہتر طرز حکومت کے مقابلہ میں نظیر کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حکومت کی اس حسن ترکیب کا یہ نتیجہ ہے کہ حکام مال اپنی رعایا کے حق میں بجائے ذراعنہ وقت بننے کے آیۂ رحمت ثابت ہو رہے ہیں کیونکہ وہ خود ہی قاتل اور خود ہی منصف بننے سے باز رکھے گئے ہیں۔ یعنی ان کے سپرد عاملانہ اختیارات کے ساتھ فوجداری اختیارات نہیں کئے گئے۔ اس طرح نظم و نسق کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی گئی ہے وہ خود اس کے مستقبل کے استحکام کے ضامن ہیں۔ صرف ضرورت اس کی ہے کہ ان شعبوں کے ذیلی فرائض میں حسنِ عمل اور حسنِ تدبیر سے کام جاری رکھا جائے۔

**محکمہ فینانس** عاملانہ شعبہ کے تحت محکمہ فینانس کی کارگزاری نمایاں ہے۔ حکومت کی آمدنی اور خرچ میں توازن کا قائم رکھنا اور خصوصاً اس دور میں جبکہ دنیا کی تقریباً تمام مملکتوں کے موازنے بگڑ گئے تھے یقیناً بہت قابل تعریف امر ہے۔ رائٹ آنریبل سر اکبر حیدر نواز جنگ بہادر کی حکمت عملی اور نواب فخر یار جنگ بہادر کے مساعی حسنہ نے ہمارے مستقبل کو نہایت درخشاں اور خوش آیند بنا دیا ہے طریق سبیل بندی سے تمام محکمہ جات کو اپنی مالی مشکلات کو دور کرنے کا بہترین موقع حاصل ہو گیا لیکن تمام خوبیوں کے ساتھ ہماری رائے میں ہمارے ملک کے موازنے کو ابھی اور مستحکم بنانے کی ضرورت ہے اور محکمۂ فینانس کے تحت حسب ذیل تین امور کی طرف خاص توجہ کی جائے:۔

**(۱) انکم ٹیکس** زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی سے حکومت کے ذرائع آمدنی بھی بڑھیں گے لیکن اس نوبت پر پہنچنے سے پہلے فوری ضرورت اس کی ہے کہ محصول آمدنی (انکم ٹیکس) یہاں کے متمول اشخاص پر عاید کر دیا جائے اور اس کی شرح ابھی ابتدائی تجربہ ہونے کی وجہ سے بہت کم رکھی جائے۔ اور اس اضافہ آمدنی سے زراعتی۔ صنعتی اور تجارتی مشاغل کو ترقی دی جائے۔

**(۲) سرکاری بنک** حکومت کے اعلان کے مطابق ایک سرکاری بنک کی تجویز زیر غور ہے۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی تجویزوں کو جہاں تک ہو سکے جلد روبہ کار لانا چاہیئے۔ خصوصاً سرکاری بنک کا

قیام ملک کی اولین ضرورت ہے۔ اور اس کی تکمیل بھی مرحلہ اولین میں کرنی چاہیئے۔ مزید برآں محکمہ فینانس سے ہم اس کی بھی توقع کرتے ہیں کہ ہمارے بیان کردہ معاشی نظام العمل کو کامیاب بنانے کے لئے پیدا آور قرضہ کے حصول میں حکومت کے دیگر اداروں کے ساتھ پوری طرح تعاون کرے اور حکومت کے اعتبار پر یہ پیداواری قرضے دلائے جائیں۔

(۳) سکہ عثمانیہ کی ترویج | سکہ عثمانیہ کی ترویج کو ابھی ملک میں بہت زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے قبل ازیں تجارت کی ترقی کے سلسلہ میں یہ بتایا تھا کہ اکثر بازاروں میں سکہ عثمانیہ کے بجائے سکہ کلدار کا چلن ہے۔ نیز یہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر رجسٹری شدہ اور غیر رجسٹری شدہ کمپنیوں کے کاروبار سکہ کلدار ہی میں طے پاتے ہیں اس کے تدارک کے لئے محکمہ فینانس کو حکومت کی منظوری سے تادیبی احکامات نافذ کرنے چاہئیں۔ سکہ عثمانیہ کی ترویج پر ہمارا اصرار دو وجوہات کی بناء پر ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ذاتی سکہ رائج کرنے کا حق ہر آزاد حکومت کو حاصل ہے اور ہماری حکومت کا یہ حق تسلیم شدہ ہے۔ دوسرے سکہ کی تسکیک میں ہماری قلمرو کو مالی طور پر بھی کافی منافع حاصل ہوتا ہے چنانچہ سرکاری دار الضرب کے قیام کے بعد سے حکومت کو جو منافع تسکیک کا حاصل ہوا ہے اس کی مقدار کئی کروڑ سے متجاوز ہوگئی ہے اور جس قدر اس سکہ کی ترویج زیادہ ہوگی اسی قدر منافع کی مقدار بھی بڑھتی جائے گی۔ غرض یہ چند امور ہیں جن کی تکمیل ہمارے خیال میں محکمہ فینانس کو بعجلت ممکنہ کرنی چاہیئے۔

محکمہ مال گزاری | حکومت کے دیگر محکموں میں محکمہ مال کے متعلق ہم اس کا تذکرہ کر چکے ہیں کہ عہدہ داران مال کی حیثیت کیا ہوتی ہے یعنی انھیں صرف عاملانہ اختیار کو کام میں لانا ہوتا ہے اور ناجائز اور بے جا بار رعایا پر نہیں ڈال سکتے لیکن ساتھ ہی ان کا یہ فریضہ ہونا چاہیئے کہ اپنے عاملانہ اختیار کے ذریعہ اپنے زیر اقتدار علاقے کی مختلف قسم کی فلاح و بہبود کے ذرائع کی تکمیل کرائیں جہاں

وہ بادشاہ کی نیابت کرتے ہیں انھیں رعایا کی ہر طرح کے آرام کا خیال رکھنا چاہیئے۔ گھریلو صنعتوں کی احیا۔ امداد باہمی اور دیہاتی ارتقاء میں متعلقہ محکمہ جات سے ان عہدہ داران مال کی پوری طرح اشتراک عمل کی ضرورت ہے۔

**سیول سروس** حیدرآباد سیول سروس کے آزاد مقابلہ امتحان کی وجہ سے ملک کو قابل اور کارگزار عہدہ داروں کی خدمات حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے لیکن ابھی ضرورت اس کی ہے کہ اس طرز مقابلہ کو اور وسعت دی جائے اور حکومت کے مختلف محکمہ جات میں سیولین کا عنصر بڑھایا جائے۔

**سروس کمیشن** اعلیٰ خدمات کے علاوہ ادنیٰ خدمات کے تقرر کے وقت بھی اب حالات اس کے مقتضی ہیں کہ ان کے لئے امتحانات مقابلہ مقرر کئے جائیں کیونکہ تا وقتیکہ تحت کے عملہ جات میں اچھے کارگزار موجود نہ ہوں خود محکمہ کی کارگزاری وقیع نہیں ہو سکتی۔ ان کے تقررات کے وقت اور امتحانات کے تعین کے لئے ظاہر ہے کہ متعلقہ محکمہ جات کو بہت دشواریاں پیش آئیں گی اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ اس کے لئے ایک سروس کمیشن مقرر کیا جائے جس کا فرض ہوگا کہ وہ ملک کی عام خدمات کے معیار کو بلند کرے اور کارگزار محنتی اور قابل امیدواروں کے تقررات کے لئے سفارش کرے اس کمیشن کے اراکین میں اہم محکمہ جات کے افسران متعلقہ کے علاوہ تعلیمات اور جامعہ کے عہدہ داروں کا کافی عنصر ہونا چاہیئے اور انجمن طیلسانین اور اس قسم کے دیگر اداروں کی جانب سے بھی نمائندگی ہو لیکن اس میں اصول یہ پیش نظر رکھا جائے کہ اہلیت قابلیت اور کارکردگی کی بنا پر تقررات کئے جائیں۔

**عدالتی نظام** حکومت کے نظم ونسق کے سلسلہ میں ان انتظامی امور سے قطع نظر عدالتی نظام میں کوئی خاص اصلاحات پیش کرنے کی ہم فی الوقت ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے پاس کی عدالتی ارتقاء

کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو محسوس ہوگا کہ اس میں انصاف اور عدل گستری کو کس خوبی کے ساتھ پیش نظر رکھا گیا ہے اور زمانہ حال کے جدید اصولوں کے ساتھ یہاں کی عدالتی ترقی بتدریج کی گئی اور ابھی ہماری حکومت وفاقی عدالت میں نمایندگی کے خیال سے اصلاحات کر رہی ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں ہمارا کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

**عدالتی فیصلوں میں تعجیل کی ضرورت** البتہ ایک چیز جو اصلاح طلب ہے وہ ہمارے خیال میں عدالتی کارروائی کی طوالت کا مسئلہ ہے لیکن یہ وہ مسئلہ ہے جس کا موجودہ نظام عدالت اور اصول شہادت کے جاری رہنے میں کوئی حل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ انصاف کی خاطر ایک ایک مقدمہ چار چار، پانچ پانچ، سال چلتا رہتا ہے بلکہ بسا اوقات یہ مقدمات نسل ہا نسل تک جاری رہتے ہیں۔ یہ شکایت ہمیں اپنی قلمرو ہی میں نہیں بلکہ خود ہندوستان و نیز دیگر ممالک میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں لیکن ہم ان قانونی دقتوں کو بھی محسوس کرتے ہیں جو اس طوالت کو کم کرنے میں پیش آتی ہیں اور عادلان وقت کی مجبوریوں کو بھی محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے خیال میں اگر ملک کے معزز اراکین عدالت العالیہ اور قابل بیرسٹر اور وکلاء صاحبین ایک کمیٹی مرتب کرکے اس مسئلہ پر غور کریں اور اس کے حل معلوم کریں تو عجب نہیں کہ مقدمات میں بے جا طوالت میں بڑی حد تک ضرور کمی ہوگی اور فریقین مقدمات کو حصول انصاف میں زیادہ وقت صرف نہیں کرنا پڑے گا۔ اور خصوصاً ایسے مقدمات میں جن کا تعلق زراعتی۔ صنعتی اور تجارتی امور سے ہے ان میں فیصلوں کی تعجیل یقیناً نہ صرف فریقین مقدمات کے حق میں بلکہ ملک کے عام کاروبار کے جاری رہنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوگی۔

**قانون سازی** مملکت آصفیہ میں مجلس وضع قوانین کا قیام جن اصولوں پر عمل میں آیا ہے اور اور اس کی ہیئت ترکیبی جن مصالح کی بناء پر قائم کی گئی ہے وہ ہمارے خیال میں نہایت دوراندیشانہ

ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قانون سازی کا کام ملک میں حسنِ تدبر اور مصالح وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے عمل میں آرہا ہے۔ اور یہاں جو قوانین تدوین پا رہے ہیں وہ اپنی وقعت اور اہمیت میں کسی درجہ میں دیگر جگہ کے قوانین سے کم تر درجہ نہیں رکھتے اور آج ہم فخر کے ساتھ قوانین آصفیہ کا مجموعہ دُنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ہماری مجلس وضع قوانین کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مدبرین ملک پر مشتمل ہے جو حقیقت میں قانون سازی کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں اور اس میں غیر ضروری عنصر بالکل موجود نہیں ہے اور ہمارے خیال میں یہی اس کی کامیابی کی بڑی وجہ ہے اور ہمارے خوش آیندہ مستقل مستقبل کی ضمانت کے لئے بہ ازبس ضروری ہے کہ شعبہ مقننہ کے حیطہ اقتدار کو اپنے حدود سے متجاوز نہ ہونے دیا جائے اور اب تک یہاں کے نظام حکومت کے تین شعبوں یعنے شعبہ عاملہ، شعبہ عدلیہ اور شعبہ مقننہ میں جو توازن قائم ہے اسے برقرار رکھا جائے ورنہ اس توازن کے بگڑنے سے خود نظامِ حکومت میں تزلزل پیدا ہو جائے گا۔

# امن عامہ اور حفاظت خود اختیاری

شاہانِ آصفیہ کے دورِ حکومت میں قیامِ امن اور مختلف فرقوں کے درمیان محبت و یگانگت کے خوشگوار تعلقات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اوّل کے عدل آمیز آئینِ مملکت ان کے جانشینوں کے لئے ہمیشہ طرّۂ امتیاز رہے ہیں اور اس ہی کا نتیجہ ہے کہ مملکتِ آصفیہ میں مختلف مذاہب کے افراد کے ساتھ جو رواداری برتی جاتی ہے اور ان کو جو مراعات حاصل ہیں ان کی مثالیں ہندوستان کے کسی اور حصہ میں نہیں ملتی ہیں ذاتِ شاہانہ کو اپنی رعایا بلا تفریق مذہب و ملّت حد درجہ عزیز ہے اور تمام رعایا کی فلاح و بہبود ہمیشہ ذاتِ شاہانہ کے پیشِ نظر رہتی ہے اور مملکت کی ہر جہتی ترقی میں یہی چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

رعیت شاد ملک آباد اور آزاد ہر ملّت
ادا حق کر دیا شاہِ دکن نے حکمرانی کا

اور یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے افراد اپنے محبوب بادشاہ پر نازاں و فرحاں دکھائی دیتے ہیں اور اپنے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے کوئی سرکار کو اپنا "اوتار" سمجھ کر حق اطاعت رکھ دیتا ہے اور کوئی "ظل اللہ" کا پیکر سمجھ کر اپنی جان بھی نذر کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور ملک میں ہر طرح امن و امان ہے۔ آپس کے تنازعات اور مختلف فسادات کی تعداد برطانوی ہند کے صوبوں او

ریاستوں کے مقابلے میں بہت کم ہے بلکہ ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ سوائے چند اتفاقیہ معمولی واردات کے جن کا تعلق سرقہ۔ دغا یا محض وقتیہ رنجشوں سے ہوتا ہے تمام ممالک محروسہ سرکار عالی کی فضاء عام طور پر تنازعات اور فسادات سے پاک وصاف ہے اور ہماری قلمرو کا یہ انتظام یقیناً دوسروں کے لئے قابل صد رشک ہے۔ ایک شاعر کی زبان سے کس خوبی کے ساتھ ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ

ایک دکن میں امان ہے ورنہ
ہر زمین آسمان ہے پیارے

اس امن عامّہ کے ساتھ ہماری حفاظت خود اختیاری کے جو وسائل اختیار کئے جارہے ہیں وہ بھی ہمارے مستقبل کی فلاح کے کافی ضامن ہیں عساکر آصفی کی قیادت حضرت والا شان نواب اعظم جاہ بہادر بالقابہم ولی عہد سلطنت نے اپنے ذمّے لے کر ملک کے محکمۂ فوج پر گراں قدر احسان فرمایا ہے۔ اس میں جو جدید اصلاحات حضرت ولی عہد بہادر کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق عمل میں آرہی ہیں وہ یقیناً ایسی ہیں کہ کچھ عرصے میں ہماری فوج برطانوی ہند کی فوج کے ہم معیار ہو جائے گی جیسا کہ خود حضرت والا شان نے اس عہدہ سپہ سالاری کو شرف بخشتے وقت اپنی تمنا ظاہر کی تھی۔ ہمیں اس کی بھی توقع ہے کہ مستقبل قریب ہی میں ہماری فوج جدید آلات حرب سے آراستہ ہو کر مختلف گیسوں کے استعمال اور ان سے محفوظ رہنے کی تدابیر سے بھی واقف ہو جائے گی جس کے لئے اس وقت ہر ملک کو شاں نظر آتا ہے اور ہمیں بھی مرحلۂ اولین میں اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

جامعۂ عثمانیہ میں فوجی تعلیم کے آغاز نے ملک میں فوجی تعلیم کے عام کرنے کی طرف پہلا قدم اُٹھایا ہے۔ اگر اس سے عوام بھی اپنی دلچسپی کا اظہار کریں تو ملک میں تندرست و طاقتور قوم کی نشو و نما ہو سکتی ہے۔ اسپین کی خانہ جنگی میں وہاں کی عورتوں کو جو حصہ لینا پڑا وہ یقیناً ہر قوم کے لئے قابل عبرت ہے اور اس سے یہ درس ملتا ہی کہ ملک میں آڑے وقت کام آنیکے لئے عورتوں کو تیار رہنا چاہیئے

# پائیگاہ، سمستان اور جاگیرات وغیرہ سے اشتراک عمل کی اپیل

ہمارے قلمرو کا تقریباً ۱/۵ حصہ پائیگاہ، سمستان اور جاگیرات وغیرہ پر مشتمل ہے اس لئے جب کہ تمام ممالک محروسہ سرکار عالی کے مستقبل کے مسائل پر بحث کی جارہی ہے ان علاقہ جات کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ علاقہ جات ہیں جو سیاسی نقطۂ نظر سے بالکلیہ ہمارے قلمرو کا جز ہیں لیکن ان میں سے اکثر انتظامی اور معاشی امور میں ہم سے الگ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب قلمرو کا موازنہ مرتب ہوتا ہے تو ان کی آمدنی اور خرچ کا اس میں ذکر نہیں کیا جاتا ان کے موازنے بھی ہمارے موازنوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اور اسی طرح وہاں کے زرعی، صنعتی اور تجارتی یہاں تک کہ تعلیمی امور بھی بڑی حد تک علیحدہ انتظام کے تحت انجام پاتے ہیں۔ یا بہ الفاظ دیگر یہ ہماری قلمرو کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں جن کا ایک چھوٹا سا وفاق بن سکتا ہے۔

لیکن جب کہ کل ملک کی ہر جہتی ترقی کا مسئلہ درپیش ہے ہماری تجویز یہ ہے کہ ہمارے معاشی لائحہ عمل میں ان علاقہ جات کو بھی شامل کر لیا جائے اور اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب ملک کی معاشی وسائل کی تحقیقات کی جائے اُس وقت ان علاقہ جات کی بھی خاص پیمائش ہو اور ان کے معاشی وسائل کا بھی پتہ چلایا جائے اور جب اصلاحی کام کی تجاویز پیش ہوں اس وقت ان کے لئے بھی ترقی کی تجاویز بتلائی جائیں۔ اس سلسلہ میں جو مختلف کمیشن اور کمیٹیاں مقرر ہوں گی اس میں ان

علاقوں کی طرف سے بھی خاص طور پر نمایندگی ہونی چاہئے تاکہ بعد میں اختلاف کی صورت نہ پیش آئے ورنہ جس طرح ہمارے پاس آبکاری کی نئی اسکیم کو نافذ کرنے میں ان علاقہ جات کی جانب سے جو موانعات پیش آئیں اس قسم کے موانعات کے پیش آنے کی ہر نئی اسکیم کو نافذ کرنے کے وقت اندیشہ رہتا ہے۔

ملک کی عام ترقی میں ہمارے اُمرائے عظام اور جاگیرداران کا اشتراک عمل ہر لحاظ سے ضروری اور لابدی ہے۔ ہم نے اس سے قبل زراعتی ترقی کے سلسلہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی اہمیت واضح کی ہے۔ اگر اس طبقہ کی طرف سے ملک کی ہر جہتی ترقی اور فلاح و بہبود میں حصہ لیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ بہت جلد ہمارا مستقبل شان دار اور درخشاں نظر آئے گا۔

مختلف گھریلو صنعتوں کا احیاء بھی اس طبقے کی سرپرستی کا محتاج ہے۔ اور ہمارا یہ ادعا ہے کہ امراء اور جاگیرداروں کو اگر اس قسم کی سرپرستی کا شوق ہو جائے تو نہ صرف ملک کی اکثر وہ صنعتیں جو کس مپرسی کی حالت میں ہیں ان کی دستگیری ہوگی بلکہ جدید صنعتوں کے رواج میں بڑی مدد ملے گی۔

لیکن یہ صورت اس ہی وقت ممکن ہے جب کہ خود طبقۂ امراء و جاگیرداروں میں بیداری اور ترقی کی تحریکات پیدا ہوں اور ان کے اراکین خاندان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا اس اصول کے تحت انتظام کیا جائے کہ وہ بطور خود زرعی و حرفتی اسکیموں کو سرانجام دے سکیں۔ اس کے لئے ہماری رائے میں نہ صرف موجودہ "جاگیردار کالج" کی از سرِ نو تنظیم ہونی چاہیئے بلکہ اور اِس قسم کے اور دیگر ادارے قائم کئے جانے چاہئیں جہاں نظری اور عملی طور پر ان ضروریات کی تکمیل ہو سکے۔ مجلس جاگیرداران کی حالیہ سرگرمیوں سے ہمیں اس کی توقع ہے کہ اُمراء و جاگیرداروں کا یہ طبقہ ملک کی ہر جہتی ترقی میں ہر لحاظ سے پیش پیش رہے گا۔

# ممالکِ محروسہ سرکارِ عالی اور ملکِ برار کے تعلقات

ملکِ برار جو ممالکِ محروسہ سرکارِ عالی ہی کا ایک جزو تھا، ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ اس کی فلاح و بہبود کا تعلق بھی ہم سے ہے اس کی ترقی ہماری ترقی اور ہماری ترقی اس کی ترقی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے انتظامات ایک علیٰحدہ حکومت کے تحت ہونے کے باوجود وہاں کے باشندوں کو مختلف ذرائع سے امداد پہونچائی جاتی ہے۔ اور ہمارے یہاں ان کے وہی حقوق تسلیم کئے جاتے ہیں جو خود یہاں کے باشندوں کو حاصل ہیں۔

اب جبکہ برار کے حالیہ معاہدے کی رو سے اعلیٰحضرت حضور نظام کے شاہی اقتدار اعلیٰ کا حق مملکت انگلشیہ کی جانب سے تسلیم کیا جاچکا ہے اور ہمارے ولی عہد والاشان کو ہز ہائنس پرنس آف برار کا خطاب ملا ہے اور وہاں ہمارے حقوق کی نگرانی کے لئے ایجنٹ کا تقرر کیا جارہا ہے اور اس کے لئے انتظامات عمل میں آرہے ہیں اس وقت ہماری قلمرو نہایت بے چینی کے ساتھ نئی تجاویز پر غور کررہی ہے۔

نظم و نسق کی حد تک تو یہ تصفیہ ہوگیا ہے کہ برار صوبہ متوسط کی حکومت کے تحت ہوگا اور اب اس کے متعلق ہمارا کچھ لکھنا بعد از وقت ہے لیکن وہ معاشی مفاد اور حقوق جن کے متعلق ابھی تصفیہ نہیں ہوا ہے اور وہ ابھی زیر غور ہیں ان کے متعلق ہماری یہ تجویز ہے کہ اس سلسلہ میں ایسا تصفیہ کیا جائے

جس سے ممالک محروسہ سرکار عالی اور ملک برار کے معاشی روابط اور گہرے ہو سکیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ زراعتی۔ صنعتی اور تجارتی مفاد کا خیال رکھا جائے جس طرح ملک برار کے باشندوں کو یہاں ملازمتوں میں قبول کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں کے باشندوں کو وہاں کی ملازمتوں میں شرکت کا حق دیا جائے اور اس میں خصوصاً صوبہ جات متوسط کے باشندوں کے مقابل جو برار میں ملازمت کرنا چاہیں حیدرآبادیوں کو ترجیح دی جانی چاہیئے۔

جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل طلبار کو وہاں کام کرنے کا موقع دیا جائے اور وہاں کے مدارس میں جامعہ عثمانیہ کے ترجموں اور تالیفوں کو رائج کیا جائے۔ اس طرح ہمارے یہ شاہی حقوق الفاظ کی حد تک نہ ہوں بلکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور عملی شکل میں جلوہ گر ہو۔ ہم اپنے اس مضمون میں برار اور ممالک محروسہ سرکار عالی کے مختلف معاشی مفاد اور روابط کی تفصیل نہیں بیان کر سکتے۔ اس کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی اور ملک برار کے نمایندوں کی ایک کمیٹی مرتب کر کے دونوں کے معاشی تعلقات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے لئے ایک رپورٹ مرتب کی جائے جس میں معاہدات کی روشنی میں تمام حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے روابط کو مستحکم کرنے کے متعلق مفصل تجاویز پیش کی جائیں۔ یہ رپورٹ برار اور ممالک متوسط کے جدید انتظامات کے عمل میں آنے سے پہلے تیار کی جانی چاہیئے تاکہ اس کی تجاویز کو دونوں حکومتوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

# دولت آصفیہ کا خارجی مسلک

## اور

# وفاق ہند میں شرکت کا سوال

قلمرو آصفیہ کو اپنی اندرونی ترقی کے وسایل اور نظم ونسق کو قائم رکھتے ہوئے بیرونی علاقہ جات سے بھی تعلقات قائم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں ہمیشہ نئی نئی شکلیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اس وقت ان تعلقات پر نظر ثانی کرنے کا سوال اس وجہ سے بھی اہم ہوگیا ہے کہ برطانوی ہند میں جدید دستور کے نفاذ کا آغاز ہوچکا ہے جس کے تحت برطانوی ہند کے تمام صوبہ جات کو ایک وفاقی حکومت کے تحت کیا جارہا ہے اور ایک کل ہند وفاق قائم کرنے کے لئے ریاستوں سے بھی شرکت کا مطالبہ ہے۔ چونکہ یہ سوال سیاسی اور دستوری حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس وقت ہمارے پیش نظر جس قدر مسائل ہیں ان میں بہت زیادہ اہمیت اسی مسئلہ کی ہے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی کے تاج برطانیہ کے ساتھ جو دوستانہ اور وفادارانہ تعلقات ہیں اس وقت ہمیں ان سے بحث نہیں فی الوقت ممالک محروسہ سرکار عالی اور برطانوی ہند کے مختلف صوبوں اور ریاستوں کے تعلقات کا مسئلہ پیش نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تعلقات کے قایم کرنے کا تعلق زیادہ تر معاشی اغراض ومقاصد کی بناء پر ہے اور ہندوستان میں جدید دستور کی

ضرورت کا ملاّن ہی اغراض کی بنا پر داعی ہوئی ہے۔ اس لئے ان تعلقات کو قائم کرتے وقت جب تک کسی معاشی مفاد کے حصول کا پوری طرح اطمینان نہ ہو یہ تعلقات کسی صورت میں بھی مستحکم نہیں خیال کئے جا سکتے۔ نیز یہ کسی صورت میں ممکن نہیں کہ ان تعلقات کی خاطر خود اپنے سیاسی اقتدار کو خطرہ میں ڈال دیا جائے۔

وفاق ہند میں ریاستوں کی شرکت سے قطع نظر خود برطانوی ہند کے صوبوں کی اس میں شرکت کے نتائج سے متعلق ہمیں بہت سے شکوک ہیں ہندوستان کی تمام تاریخ میں ہمیں کبھی اس کی مثال نہیں ملتی کہ اس قدر وسیع ملک کے مختلف حصوں کے مختلف مفاد اور اغراض میں کامل یکسانیت پیدا ہوئی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ برطانوی ہند کے صوبوں کے متعلق وفاق کا بڑی حد تک تصفیہ ہو چکا ہے لیکن مستقبل کے متعلق اس کی کیا ضمانت ہو سکتی ہے کہ بنگال جیسے متمول صوبے کے مفاد کا تصادم اگر سندھ جیسے مفلس صوبے کے مفاد سے ہو جائے تو اس وقت یہ دستوری شکنجہ کہاں تک کام دے سکتا ہے۔

دُنیا میں اگر وسیع پیمانے پر کسی کامیاب وفاق کی مثال ملتی ہے تو وہ صرف ممالک متحدہ امریکہ کی ہے لیکن اس کی کامیابی کی بڑی وجہ اس علاقے کی یکساں زرخیزی ہے اور وہاں کی ریاستوں کے یکساں مقاصد اور مفاد نے اس وفاق کو قایم رکھا۔

ہم اس بحث کی گہرائیوں میں جانا نہیں چاہتے۔ اور یہ فرض کرتے ہوئے کہ ہندوستان میں باوجود ان بے شمار اختلافات کے بہر حال "وفاق" کا ایک تجربہ کیا جا رہا ہے اور اگر یہ "وفاق" قایم ہو جائے تو اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی اس میں شرکت کی کیا نوعیت ہو گی؟

ہم اس اصول کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ جب ہندوستان کے تمام صوبے اور ریاستیں

ایک خیال پر متحد ہو رہی ہیں تو ہمیں ان سے اپنا ایک نیا راستہ اختیار کر کے مخالفت مول لینے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارے بہت سے معاشی اغراض و مقاصد ان علاقوں سے وابستہ ہیں اور اگر یہ وفاق کی صورت نہ بھی ہو تب بھی ہمیں ان علاقوں سے کسی نہ کسی قسم کے معاہدوں کی ضرورت لاحق ہوگی۔ ہم نے اپنی قلمرو کی تجارتی ترقی کے سلسلہ میں ان معاہدوں کی ضرورت اور اہمیت کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے اس لئے اس وقت جب کہ ایک ایسی صورت درپیش ہے جس میں ان تعلقات کے مستقل استحکام کی ایک تجویز زیر غور ہے یقیناً ہمیں اس کے تمام نتائج و عواقب کی جانچ کر لینی چاہیئے۔ نیز اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وفاق ہند میں شرکت کی صورت میں ہماری قلمرو کو ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوگا کہ نہ صرف اپنے معاملات میں رائے دینے کا حق ہوگا بلکہ کل ہند کے معاملات کے تصفیوں میں اس کی رائے کو بہت وقعت حاصل ہوگی اور جس طرح اس وقت ہماری قلمرو اکثر امور مثلاً ہندوستانی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے میں او عدالتی اور عاملانہ اختیارات میں امتیاز کرنے میں برطانوی ہند سے بہت آگے ہے۔ اسی طرح آیندہ بھی اس قلمرو سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ہندوستان کے معاملات میں رہنمائی کرے گی۔ اور وفاق میں اس کی شرکت یقیناً تمام ہندوستان کے حق میں سودمند ثابت ہوگی اور ہندوستان کے وسائل میں جس قدر ترقی ہوگی نتیجتہً قلمرو کو بحیثیت ایک جزو ہند ہونے کے اس ترقی سے استفادہ مزید کا موقع ملے گا۔

لیکن ہمارا یہ مفروضہ صرف اُسی صورت میں صحیح ثابت ہوگا جب کہ قلمرو کی وفاق میں شرکت کے وقت قلمرو کے اساسی اقتدارات اور حقوق و امتیازات کی حفاظت کی ضمانت دی جائے کیونکہ اگر یہ صورت نہ ہو تو لازمی طور پر قلمرو نقصان میں رہے گی اور پھر وہی کلیہ جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اپنے برعکس نتیجہ کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ یعنے اگر قلمرو کو اس سے فائدہ نہیں پہونچے گا

تو چونکہ قلمرو وفاق ہند کا ایک بڑا جزو ہے اس کا اثر کل وفاق ہند پر مضر ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ جہاں تک کہ اساسی اقتدارات اور مفاد تسلیم کئے جانے کا سوال ہے اس پر اصرار کی ضرورت نہ صرف ہماری قلمرو کو کرنی چاہیئے بلکہ خود وفاق ہند کے تمام اجزا اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ ان کو تسلیم کرکے ان کی حفاظت کی پوری ضمانت کا پہلے سے تصفیہ کردیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ وفاق کے ایک ایسے اہم جزو کو نقصان پہونچا رہے ہیں جس سے پورا وفاق متاثر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اقتدارات اور حقوق تسلیم کئے جانے کے بعد ہی وفاق میں شرکت کا نہ صرف حیدرآبادی وفد کے معزز نمایندے یقین دلا رہے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں جس قدر بھی کمیٹیاں ہو رہی ہیں اور دیسی ریاستوں کے نمایندوں کے بیان اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں اس امر کی تائید کر رہے ہیں۔

اس لئے اب سوال فی نفسہ امتیازات اور اقتدارات کے تسلیم کئے جانے کے نہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ کیا اساسی اقتدارات اور امتیازات ہو سکتے ہیں جن کا تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔ ان کی مکمل فہرست ہم اس وقت تک نہیں بتا سکتے۔ جب تک کہ تمام شرائط شرکت جیسا کہ حکومت کی جانب سے یقین دلایا گیا ہے شائع نہ کردی جائیں۔ اور ان کو معلوم کرنے سے قبل اس پر بحث کرنا بے سود ہے لیکن ہمارے خیال میں چند ایسے اساسی اصول ہیں جن پر تمام تفصیلات کا دارومدار ہے۔

**علیحدگی کا اختیار** ہمارے خیال میں اس شراکت کی بنیادی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ ہماری قلمرو کو حق حاصل رہے کہ وہ جب کبھی یہ محسوس کرے کہ اس کا مفاد خطرے میں ہے وہ ایک خاص مدت کی نوٹس دے کر علیحدہ ہو سکے۔ یہ شرط ایسی ہے کہ اس کے بغیر واقعتاً ہمارا اساسی اقتدار

باقی نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ شرط منظور نہ کی جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم ایک وقت معاہدہ کر کے ہمیشہ کے لئے اپنی آزادی سے محروم ہو رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس وقت ہمارے جتنے بھی مطالبات ہیں وہ سب منظور کر لئے جائیں لیکن بعد میں چند اور مطالبات کی منظوری ہم ضروری خیال کریں یا بعض نئے حالات ایسے معرض وجود میں آئیں کہ مزید مطالبات کے منظور کروانے سے انکار کر دیا جائے تو ایسی صورت میں تصفیہ کی کیا نوعیت ہوگی۔ اگر علیحدگی کا حق نہ دیا جائے تو اس صورت میں تحفظ اقتدار و آزادی کے لئے کوئی اور چارہ کار نہیں۔ اس لئے اس کے متعلق ابھی سے یہ طے کرالیا جانا چاہیئے کہ ہماری قلمرو کو ہر وقت علیحدگی کا حق رہے گا۔

اس میں شک نہیں کہ وفاقی طرز حکومت میں علیحدگی کا حق اجزا کو نہیں ہوتا لیکن جب تک اس طرز میں یہ تبدیلی نہ کر دی جائے اس قسم کے وفاق میں قلمرو کی شرکت اصول دور اندیشی کے بالکل منافی ہے۔ اور اس سے ہمارے سیاسی اقتدار پر کاری ضرب لگتی ہے علیحدگی کی اس شرط کے ساتھ پھر طرز حکومت کا نام خواہ وفاقیت (Federation) رکھا جائے یا متنفقیت (Confederation) اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔

**ملکی نمائندوں پر اقتدار** | اسی طرح دوسری شرط یہ ہونی چاہیئے کہ ہماری قلمرو کے نمائندوں پر ہماری حکومت کو پورا اقتدار رہے۔ حکومت جب کبھی بھی مناسب خیال کرے ان کو واپس بلا سکتی ہے۔ اس شرط سے پہلی شرط کی مزید تائید ہوتی ہے۔

**شاہی امتیازات** | تیسری شرط میں ہمارے موجودہ شاہی امتیازات مثلاً سکّہ۔ ٹپہ وغیرہ کا تسلیم کرانا ہے جس کے متعلق خود حکومت کی جانب سے جو اعلان ہوا ہے اس میں اس کا یقین دلایا گیا ہے کہ ریاست کے یہ خصوصی امتیازات ہر صورت میں برقرار رہیں گے۔ جب

اس شرط کے متعلق حکومت کا منشا ظاہر ہو گیا ہے تو اس کے متعلق ہمارا اصرار کرنا تحصیل حاصل ہے۔

تامینی محصول

چوتھی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ ملکی زراعت اور صنعت و حرفت کے مفاد کی خاطر حکومت کو اس کا حق حاصل ہو کہ تامینی محاصل (Protective Taxes) عاید کرے۔ حکومت کے حالیہ بیان کے مطابق محصول کرڑور گیری کی حد تک اس کا یقین دلایا گیا ہے کہ وہ آیندہ بھی جاری رہے گا لیکن ہم معاشی ترقی کے لئے محصول کرڑور گیری کو (جو صرف پانچ فی صدی کی شرح تک لیا جا سکتا ہے) کافی نہیں سمجھتے۔ ہمارا یہاں منشا تامینی محاصل سے یہ ہے کہ اس حد تک اشیاء کی درآمد و برآمد پر محصول عاید کیا جا سکے جس سے ہمارے ملک کی کوئی خاص پیداوار یا صنعت کے استحکام اور ترقی میں مدد مل سکے۔ اس شرط کے بغیر ہماری حکومت کی معاشی ترقی کی ضمانت نہیں لی جا سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس وفاق میں شرکت کی بڑی وجہ صرف معاشی مفاد کا استحکام ہے۔ اور جب یہ مفاد پورے نہ ہوں تو پھر وفاق میں شرکت سے آخر کیا حاصل۔

بیسولی پٹم کی بندرگاہ وغیرہ کے استرداد کا مطالبہ

اس ضمن میں استرداد "بیسولی پٹم" کا سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے قبل ازیں تجارتی وسائل کے باب میں اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے لیکن یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت حدود مملکت کے تعین کے سلسلہ میں اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جب کہ خارجی مسائل کا تصفیہ ہو رہا ہے اس کا تصفیہ ہو جانا بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ہماری مملکت کے وہ دیگر علاقے بھی جو موقتی انتظام کے تحت علیحدہ کر لئے گئے تھے اگر واپس حاصل کر لئے جائیں تو ممالک محروسہ سرکار عالی کے سیاسی اور معاشی استحکام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ ہمارے نزدیک مذکورہ بالا شرایط اور مطالبات کی منظوری کے بغیر وفاق میں شرکت کسی صورت میں مناسب نہیں اور جیسا کہ ہم نے اس مبحث کے شروع میں بیان کیا ہے کہ قلمرو آصفیہ کی ترقی سے ہندوستان کی ترقی ہے اور قلمرو آصفیہ کے نقصان سے ہندوستان کا نقصان ہے۔ یعنے بالفاظ دیگر وفاق ہند صرف اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جبکہ اس کے ایک اہم جزو کے مفاد اور اقتدار کی حفاظت کا پوری طرح یقین دلا دیا جائے اور اس کے معاہدوں کی تکمیل کی جائے۔

# حاصل کلام

ہر جہتی ترقی اور فلاح وبہبود کی ممکنہ تدابیر ہم بیان کر چکے لیکن ہمارا یہ مضمون تشنہ رہجاتا ہے اگر ہم ارشاد شاہانہ کے ان زرین اُصولوں کو نہ بیان کریں جن پر کہ حقیقت میں قوم کی تعمیر کا دارومدار ہے اور جن کی بہ سرد چشم تعمیل ہماری قوم کو معراج کمال پر پہنچا سکتی ہے۔

"تم خود بھی اپنی سود وبہبود کا خیال رکھو زراعت"
"وتجارت میں ترقی کرو محنت وکفایت شعاری کا"
"خود کو عادی بناؤ قرض داری وفضول خرچی سے بچو"
"تم کو سبق سکھلانے کے لئے سررشتہ زراعت تجارت"
"وحرفت انجمن اتحادی وغیرہ قائم ہیں ان سے"
"فائدہ اُٹھاؤ۔"

رائچور کے خزانہ آب کی رسم افتتاح کے موقعہ پر ارشادات خسروی کا یہ وہ اقتباس ہے جس کے ذریعہ رعایائے رائچور کو شرف مخاطبت بخشا گیا تھا مگر جس کی تعمیل قلمرو آصفیہ کے ہر فرد وبشر کا فریضہ ہے۔

آخر میں ہم اپنے مضمون کو حضرت ظل سبحانی کی ارشاد فرمائی ہوئی اُس دعا پر ختم کرتے ہیں جو

مُلکی اور قومی ترانہ کی حیثیت سے زبان زدِ خاص و عام ہے:۔

# دُعا

تا ابد خالق عالم یہ ریاست رکھے
تجھ کو عثمانؔ بصد اجلال سلامت رکھے

جیسے تو فخر سلاطین ہے بفضلِ یزداں
یوں ہی ممتاز تیرا دورِ حکومت رکھے

آل و اولاد کو اللہ دے عمر خضری
ان سے آباد تیرا خانہ دولت رکھے

جود حاتم رہے شرمندۂ احساں تیرا
عدل کسریٰ کو خجل تیری عدالت رکھے

خندہ زن صورتِ گُل تیرے ہواخواہ رہیں
آ کے قدموں پہ عدو فرق اطاعت رکھے

سب رعایا کو تیری سالگرہ کی تقریب
بانشاط و طرب و عیش و مسرت رکھے

آمین

# چند تقابلی گراف و اعداد و شمار

# چند مخصوص پیداواروں کا زیر کاشت رقبہ

تقابل بہ درمیان صوبہ جات برطانوی ہند و ممالک محروسہ سرکار عالی

تقابل بہ درمیان ریاست کشمیر میسور۔ بڑودہ و ممالک محروسہ سرکار عالی

بہ دوران سال ۱۳۴۴-۴۵ ف



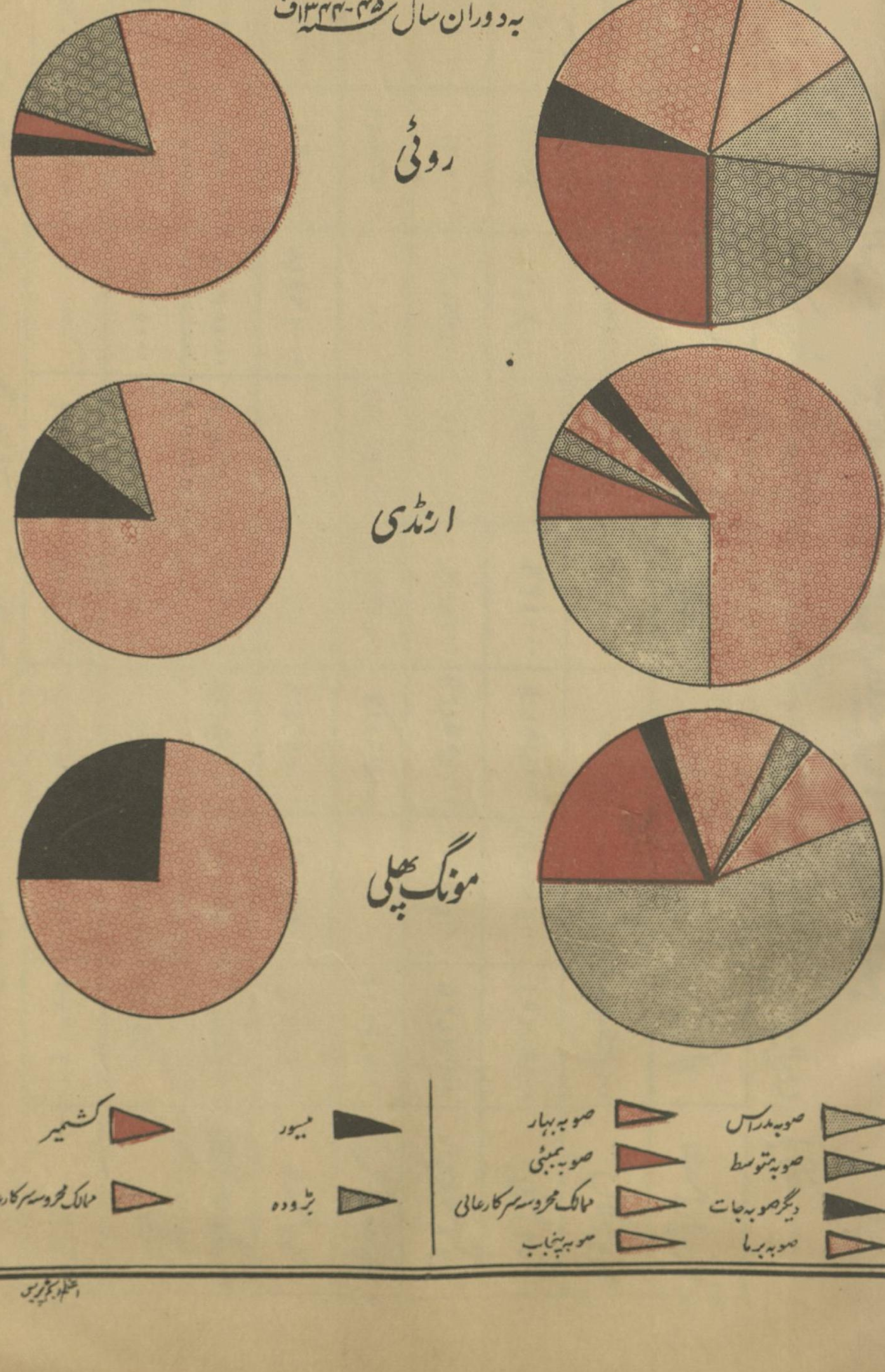

اعظم اسٹیم پریس

# چند مخصوص پیداواروں کا زیر کاشت رقبہ

تقابل بہ درمیان صوبہ جات برطانوی ہند و ممالک محروسہ سرکار عالی

تقابل بہ درمیان ریاست کشمیر۔ میسور۔ بڑودہ و ممالک محروسہ سرکار عالی

بہ دوران سال ۱۳۴۴-۴۵ف




اعظم اسٹیم پریس

# ہندوستان میں مخصوص پیداواروں کا زیر کاشت رقبہ (ایکڑ میں) ۳۷-۱۹۳۶ء

## مقابلہ بہ درمیان صوبہ بنگال۔ بمبئی۔ مدراس۔ صوبہ متوسط و برار۔ صوبہ متحدہ ممالک محروسہ سرکار عالی، کشمیر اور میسور

| صوبہ یا ریاست | چانول | گیہوں | جوار | ارنڈی | مونگ پھلی | السی | تمباکو | نیشکر | کپاس |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| صوبہ بنگال | ۲,۱۹,۹۳,۰۰۰ | ۱,۴۹,۰۰۰ | ۶,۰۰۰ | .. | .. | ۱,۳۱,۰۰۰ | ۳,۰۷,۰۰۰ | ۳,۵۵,۰۰۰ | ۵۸,۰۰۰ |
| صوبہ بمبئی | ۱۷,۰۵,۰۰۰ | ۱۶,۵۵,۰۰۰ | ۹۰,۹۶,۰۰۰ | ۴۶,۰۰۰ | ۸,۷۲,۰۰۰ | ۱,۰۱,۰۰۰ | ۱,۴۵,۰۰۰ | ۷۹,۰۰۰ | ۳۵,۵۹,۰۰۰ |
| صوبہ متوسط و برار | ۵۶,۲۴,۰۰۰ | ۳۱,۴۰,۰۰۰ | ۴۶,۵۸,۰۰۰ | ۳۰,۰۰۰ | ۱,۴۹,۰۰۰ | ۱۱,۳۱,۰۰۰ | ۱۲,۰۰۰ | ۳۰,۰۰۰ | ۳۹,۶۹,۰۰۰ |
| صوبہ مدراس | ۹۸,۹۰,۰۰۰ | .. | ۵۱,۲۱,۰۰۰ | ۲,۶۴,۰۰۰ | ۳۴,۹۵,۰۰۰ | .. | ۲,۵۳,۰۰۰ | ۱,۲۰,۰۰۰ | ۲۵,۱۲,۰۰۰ |
| صوبہ متحدہ | ۶۰,۸۰,۰۰۰ | ۷۴,۸۴,۰۰۰ | ۲۱,۲۲,۰۰۰ | ۹,۰۰۰ | .. | ۸,۹۴,۰۰۰ | ۷۹,۰۰۰ | ۲۴,۶۹,۰۰۰ | ۶,۸۸,۰۰۰ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۱۱,۳۵,۰۰۰ | ۱۳,۰۸,۰۰۰ | ۹۲,۵۰,۰۰۰ | ۷,۱۸,۰۰۰ | ۹,۵۴,۰۰۰ | ۴,۶۸,۰۰۰ | ۶۵,۰۰۰ | ۵۸,۰۰۰ | ۳۰,۸۰,۰۰۰ |
| کشمیر | ۴,۷۴,۰۰۰ | ۴,۴۰,۰۰۰ | ۸,۰۰۰ | . | . | ۳۷,۰۰۰ | ۵۱ | ۹,۰۰۰ | ۲۲,۰۰۰ |
| میسور | ۷,۲۴,۰۰۰ | ۲,۰۰۰ | ۶,۲۸,۰۰۰ | ۱,۳۰,۰۰۰ | ۲,۰۰,۰۰۰ | .. | ۲۲,۰۰۰ | ۵۳,۰۰۰ | ۸۵,۰۰۰ |

مندرجہ بالا اعداد محکمہ نظامت اعداد و شمار ممالک محروسہ سرکار عالی سے حاصل کئے گئے۔ البتہ ریاست کشمیر کی حد تک برطانوی ہند کی سابقہ رپورٹ زراعتی اعداد بابت ۱۹۳۵ء سے استفادہ کرنا ہوا

# زیر آب پاشی رقبہ (ایکڑ میں)

## مقابلہ بہ درمیان صوبہ بنگال، بمبئی، مدراس، صوبہ متوسط و برار، پنجاب ممالک محروسہ سرکار عالی کشمیر و میسور

| صوبہ یا ریاست | جملہ رقبہ صوبہ یا ریاست | بذریعہ نہر: سرکاری | بذریعہ نہر: خانگی | تالاب | کوٹین | دیگر ذرائع آبپاشی | جملہ رقبہ آبپاشی |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| صوبہ بنگال | ۵٬۲۷٬۳۲٬۳۵۶ | ۵۴٬۹۱۵ | ۲٬۰۴٬۱۵۷ | ۹٬۷۲٬۴۰۱ | ۳۳٬۵۳۱ | ۴٬۰۶٬۹۹۹ | ۱۶٬۷۲٬۰۰۳ |
| صوبہ بمبئی | ۷٬۸۸٬۸۲٬۵۸۱ | ۳۶٬۵۰٬۹۱۵ | ۱٬۰۳٬۰۲۷ | ۱٬۴۸٬۳۳۰ | ۶٬۰۹٬۹۷۷ | ۵٬۶۷٬۰۴۷ | ۵۰٬۷۹٬۲۹۶ |
| صوبہ متوسط و برار | ۸٬۵۱٬۸۰٬۱۶۰ | ۰ | ۱۰٬۲۰٬۵۹۹ | ۰ | ۱٬۵۵٬۴۹۸ | ۵۲٬۲۶۱ | ۱۲٬۲۸٬۳۵۸ |
| صوبہ مدراس | ۹٬۱۰٬۱۹٬۷۸۲ | ۳۷٬۷۳٬۷۸۶ | ۱٬۸۹٬۰۱۵ | ۳۴٬۱۵٬۲۹۶ | ۱۳٬۲۱٬۳۸۸ | ۵٬۲۹٬۸۷۷ | ۹۲٬۲۹٬۳۶۲ |
| صوبہ پنجاب | ۶٬۴۲٬۸۸٬۳۰۰ | ۹۴٬۷۸٬۸۷۵ | ۴٬۱۴٬۰۷۵ | ۳۵٬۳۵۳ | ۱۴٬۷۴٬۱۱۲ | ۱٬۴۵٬۳۱۷ | ۱٬۴۲٬۴۷٬۷۳۲ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۵٬۲۹٬۲۶٬۷۲۰ | ۵۷٬۰۵۸ | ۸۷٬۵۱۸ | ۶٬۷۱٬۸۳۹ | ۴٬۶۳٬۱۴۴ | ۵۱٬۸۵۲ | ۱۳٬۳۱٬۶۸۱ |
| ریاست کشمیر (بشمول علاقہ گلگشت) | ۵٬۱۴٬۱۷٬۷۶۰ | ۱٬۷۹٬۸۰۲ | ۴٬۹۲٬۳۱۱ | ۴٬۶۱۱ | ۷٬۳۱۹ | ۲۴٬۶۰۳ | ۷٬۰۸٬۶۴۶ |
| ریاست میسور | ۱٬۸۸٬۷۲٬۸۸۳ | ۱٬۴۶٬۱۷۳ | ۳٬۱۸۵ | ۵٬۶۱٬۹۱۷ | ۹۶٬۹۷۲ | ۲٬۳۶٬۱۷۷ | ۱۰٬۴۴٬۴۲۴ |

نوٹ :- مندرجہ بالا اعداد برطانوی ہند کے محکمہ اعداد شمار کی رپورٹ متعلقہ زرعی اعداد شائع شدہ سنہ ۱۹۳۵ء سے حاصل کئے جا کر مرتب کئے گئے ہیں۔

# مملکت آصفیہ کا حصہ ہندوستان کی تجارت داخلہ (بذریعۂ ریل و کشتی) میں۔

چند مخصوص اشیاء کی برآمد و درآمد (دوران سال ۳۸-۱۹۳۷ء) کے اعداد کا مقابلہ برطانوی ہند کے خاص صوبوں اور دیسی ریاستوں سے کیا گیا

(مندرجۂ ذیل اشیاء کا وزن بحساب من (۴۰ سیر) بتایا گیا ہے)

| صوبہ یا ریاست | سمنٹ | | کوئلہ | | شکر | | میوہ | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد |
| صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ | ۱۲,۷۲۴ | ۳۲,۸۹,۳۳۳ | ۲۳,۷۷۳ | ۶,۰۶,۲۹,۸۸۶ | ۱,۳۰,۴۰,۸۸۹ | ۱,۹۹,۳۷۶ | ۲۲,۶۳۰ | ۲,۵۷,۷۲۵ |
| صوبہ ممالک متوسط و برار | ۵۸,۶۰,۱۸۲ | ۱۶,۰۰۳ | ۳,۶۳,۴۵,۷۶۹ | ۸۳,۴۵,۳۱۸ | ۹,۱۶۳ | ۱۰,۵۵,۴۱۵ | ۲۹,۸۱۱ | ۵,۷۵,۰۶۰ |
| صوبہ بمبئی (بلاشمول بندرگاہ بمبئی) | ۳۰,۵۲۱ | ۳۱,۳۹,۲۱۳ | ۳,۵۹,۷۵۸ | ۴,۴۱,۹۶,۲۳۷ | ۴,۷۰,۶۳۷ | ۲۵,۱۸,۷۴۲ | ۱,۲۳,۰۳۹ | ۹,۶۰,۳۸۱ |
| صوبہ مدراس (بلاشمول بندرگاہ مدراس) | ۱۴,۷۴,۰۷۶ | ۷,۱۴,۹۰۷ | ۲۹,۹۵,۷۲۸ | ۲,۶۹,۳۴,۸۴۱ | ۳,۱۰,۷۹۴ | ۷,۰۸,۳۴۱ | ۶۸,۲۹,۶۶۶ | ۲,۰۶,۸۸۹ |
| صوبہ بنگال (بلاشمول بندرگاہ کلکتہ) | ۴,۱۰,۳۵۵ | ۲۴,۳۵,۹۲۴ | ۱۲,۴۲,۰۳,۰۲۰ | ۷,۳۰,۲۹,۴۹۹ | ۱,۳۰,۹۷۵ | ۱۸,۷۱,۳۳۳ | ۱,۹۶,۸۲۴ | ۱۶,۴۶۹ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۳۲,۰۴,۳۸۴ | ۱۳,۵۱۳ | ۲,۰۰,۱۸,۶۶۲ | ۱۶,۲۰,۷۶۴ | ,۹۸۳ | ۵,۱۱,۳۹۶ | ۲۳,۸۶۵ | ۵,۱۹,۵۶۵ |
| ریاست کشمیر | .. | ۲۳,۴۰۰ | ۷ | ۲,۶۵,۷۵۱ | ۲۸ | ۶۴,۷۷۰ | ۴,۱۰۶ | ۱۳,۹۸۹ |
| میسور | ۴۵۵ | ۶,۳۱,۵۶۴ | ۲,۲۸۳ | ۳۲,۰۶,۲۱۲ | ۶,۰۸,۰۸۳ | ۲۹,۵۱۹ | ۳,۱۳,۵۶۲ | ۵۵,۲۳۱ |

(بسلسلہ)

| صوبہ یا ریاست | چمڑہ و کھال دباغت شدہ | | لوہا و فولاد | | روغن نباتاتی | | تخم ارنڈی | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد |
| صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ | ۵۵,۷۶۸ | ۳۶,۶۷۰ | ۱۰,۱۳,۶۵۱ | ۳۶,۲۶,۲۵۱ | ۵,۵۱,۴۵۹ | ۳,۹۶,۵۹۴ | ۴۳,۷۲۸ | ۱۱,۰۱۳ |
| صوبہ ممالک متوسط و برار | ۵,۶۹۵ | ۳,۴۷۳ | ۱,۳۰,۱۰۶ | ۶,۹۰,۰۷۰ | ۳۸,۸۳۳ | ۳,۷۵,۷۹۹ | ۱۹,۴۶۴ | ۴۷۱ |
| صوبہ بمبئی (بلا شمول بندرگاہ بمبئی) | ۳۸,۵۷۴ | ۳۱,۴۲۲ | ۴,۵۷,۱۲۸ | ۱۹,۴۹,۴۵۱ | ۸,۳۵,۱۱۲ | ۵,۱۱,۳۲۵ | ۲۸,۶۹۳ | ۱۷,۰۰۵ |
| صوبہ مدراس (بلا شمول بندرگاہ مدراس) | ۲,۴۱,۰۴۰ | ۲۰,۸۴۴ | ۴,۰۵,۱۲۱ | ۲۳,۵۷,۴۲۶ | ۶,۴۹,۹۳۸ | ۴,۱۵,۷۶۳ | ۸۰,۴۷۷ | ۳۹,۳۲۷ |
| صوبہ بنگال (بلا شمول بندرگاہ کلکتہ) | ۲۰۰ | ۱۰,۷۰۲ | ۳۳,۶۲,۶۵۱ | ۶۴,۰۵,۶۰۲ | ۲۵,۶۴۲ | ۸,۷۴,۴۹۰ | ۱,۹۳۰ | ۱۶,۸۹۳ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۴۷,۱۴۲ | ۱,۶۰۳ | ۵۳,۵۳۲ | ۷,۰۷,۷۷۸ | ۵,۵۴,۸۷۳ | ۶۶,۷۹۴ | ۶,۹۱,۶۹۰ | ۵۷ |
| ریاست کشمیر | ۲۸۵ | ۲۸۱ | ۱,۸۳۴ | ۲۸,۰۷۵ | ۲ | ۲,۸۸۸ | ۰ | ۰ |
| میسور | ۳۳,۹۱۳ | ۴,۸۲۸ | ۵,۴۸,۴۹۵ | ۶,۱۲,۸۹۴ | ۵۶,۷۸۸ | ۱,۴۲,۰۱۸ | ۴,۸۲۳ | ۳,۷۸۵ |

(بسلسلہ)

| صوبہ یا ریاست | مونگ پھلی | | تمباکو | | دیودار کی لکڑی | | اون | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد | برآمد | درآمد |
| صوبہ متحدہ آگرہ واودھ | ۱,۰۸,۶۵۵ | ۵۶,۸۱۲ | ۱,۵۱,۴۶۹ | ۴,۶۷,۹۸۸ | ۲,۹۱۳ | ۸۸,۵۳۴ | ۳۱,۴۸ | ۵۶,۹۲۰ |
| صوبہ ممالک متوسط وبرار | ۳۶,۱۰۰ | ۳۰,۰۰۵ | ۸,۶۲۴ | ۱,۹۸,۳۷۰ | ۳,۵۱,۰۸۰ | ۸,۴۳۵ | ۵۴۳ | ۱۸۰ |
| صوبہ بمبئی (بلاشمول بندرگاہ بمبئی) | ۱۱,۱۷,۲۶۴ | ۹,۸۱,۶۸۵ | ۵,۱۷,۸۶۶ | ۵۹,۰۷۹ | ۱,۰۳,۶۷۶ | ۲,۱۳,۴۳۸ | ۳۵,۱۳۹ | ۳۵,۸۵۳ |
| صوبہ مدراس (بلاشمول بندرگاہ مدراس) | ۷,۴۱,۹۸۸ | ۲,۴۶,۶۳۹ | ۱۰,۴۳,۳۵۶ | ۷۲,۰۵۹ | ۳۳,۶۰۷ | ۷,۷۵,۱۶۴ | ۴۷,۸۶۹ | ۹,۸۷۵ |
| صوبہ بنگال (بلاشمول بندرگاہ کلکتہ) | ۶,۵۰۴ | ۳۳,۴۲۳ | ۴,۲۷,۸۵۹ | ۲,۹۳,۴۲۸ | ۲۵,۱۵۰ | ۱,۹۷,۶۵۳ | ۵۶,۱۴۴ | ۹,۳۸۳ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۳۳,۵۳,۲۸۴ | ۲,۸۸۰ | ۴,۶۸۳ | ۱,۰۹,۶۱۹ | ۷۵,۳۷ | ۱,۵۲,۱۳۴ | ۳۶,۵۲۷ | ۱۶ |
| ریاست کشمیر | ۱ | ۳,۰۰۴ | ۵۲ | ۶,۹۲۸ | ۰ | ۸۶ | ۳۳۷ | ۱۹ |
| میسور | ۲,۷۲,۷۴۲ | ۴۶,۸۵۰ | ۷۰,۸۳۹ | ۱,۱۲,۴۱۰ | ۲۱,۵۸۹ | ۲۸,۲۸۶ | ۶,۴۴۱ | ۲۵,۳۲۲ |

نوٹ:- یہ اعداد برطانوی ہند کے محکمۂ اعداد و شمار کی ماہانہ رپورٹ (متعلقہ تجارت داخلہ بذریعہ ریل وکشتی وغیرہ) سے حاصل کئے جا کر مرتب کئے گئے ہیں۔



(مطبوعہ عہد آفرین برقی پریس دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن)

## سہ سالہ اعداد کمپنی ہائے سرمایہ مشترکہ ورقم مشغولہ بہ کاروبار

## تقابل بہ درمیان صوبہ بنگال، بمبئی، مدراس، متوسط و برار، ممالک محروسہ سرکار عالی ریاست میسور ٹراونکور و بڑودہ

| نام صوبہ یا ریاست | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء تعداد کمپنیاں | سنہ ۱۹۳۲-۳۳ء سرمایہ مشغولہ سکہ کلدار | سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء تعداد کمپنیاں | سنہ ۱۹۳۳-۳۴ء سرمایہ مشغولہ سکہ کلدار | سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء تعداد کمپنیاں | سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء سرمایہ مشغولہ سکہ کلدار |
|---|---|---|---|---|---|---|
| صوبہ بنگال | ۳۹۶۶ | ۱و۱۵و۸۷و۸۱و۰۳۱ | ۴۶۸۰ | ۱و۳۳و۱۹و۵۴و۶۷۶ | ۴۸۲۹ | ۱و۳۲و۱۶و۶۹و۸۵۰ |
| صوبہ بمبئی | ۱۰۹۶ | ۱و۰و۰۳و۴۹و۵۳۶ | ۱۱۸۲ | ۹۶و۵۲و۹۳و۶۷۶ | ۱۳۱۰ | ۹۷و۰۹و۷۵و۷۲۶ |
| صوبہ مدراس | ۹۱۷ | ۱۴و۵۶و۵۶و۰۵۸ | ۱۰۳۰ | ۱۵و۱۹و۵۳و۴۳۵ | ۱۱۵۳ | ۱۵و۶۹و۴۹و۳۳۵ |
| صوبہ جات متوسط و برار | ۵۷ | ۱و۰۶و۷۳و۲۹۷ | ۶۳ | ۱۹و۲۱و۸۷۶ | ۶۷ | ۱و۲۱و۰۹و۳۹۹ |
| ممالک محروسہ سرکار عالی | ۴۰ | ۱و۸۶و۲۷و۵۴۲ | ۳۵ | ۱و۹۶و۵۷و۸۵۳ | ۳۷ | ۲و۱۰و۳۹و۰۴۴ |
| ریاست میسور | ۱۲۰ | ۱و۴۸و۴۵و۸۰۶ | ۱۲۶ | ۱و۶۴و۱۴و۹۴۱ | ۱۲۹ | ۱و۶۶و۳۷و۶۶۲ |
| ریاست ٹراونکور | ۹۲۴ | ۱و۹۵و۰۱و۰۰۸ | ۶۴۱ | ۱و۸۳و۳۰و۲۹۵ | ۴۲۵ | ۱و۹۴و۴۶و۹۰۵ |
| بڑودہ | ۴۳ | ۱و۵۶و۷۸و۴۶۵ | ۴۴ | ۱و۷۸و۹۵و۴۳۶ | ۴۸ | ۱و۵۷و۲۷و۰۳۰ |

# فہرست کتب - رپورٹیں - اخبار و رسائل وغیرہ جن سے اس مضمون کی تیاری میں مدد لی گئی

## بزبان اردو


ا- محکمہ جات سرکار عالی کی حسب ذیل رپورٹیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

الف - محکمہ فینانس کے مرتبہ کردہ موازنے بابت سنہ ۴۴ و ۱۳۴۵ف و ۱۳۴۶ف -

ب- محکمہ مردم شماری کی رپورٹیں بابتہ ۱۹۲۱ء و ۱۹۳۱ء عیسوی -

ج- محکمہ اعداد و شمار کے گزیٹر و سالانہ رپورٹیں و ٹریڈ ریٹرنس -

د- محکمہ زراعت کی سالانہ رپورٹیں از ابتدائے قیام محکمہ - و مختلف بلیٹن کام متعلقہ تحقیقاتی -

ھ- محکمہ صنعت و حرفت - ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

و- صنعتی معملی سرکار عالی کے مختلف بلیٹن متعلقہ تحقیقاتی کام -

ز- محکمہ کروڑگیری کی رپورٹیں سنہ ۴۳ و ۱۳۴۴ف -

ح- محکمہ امداد باہمی کی رپورٹیں -

ط- محکمہ تعلیمات کی سالانہ رپورٹیں -

ی- محکمہ معدنیات کی پچیس سالہ کارگزاری پر ایک نوٹ -

ک- محکمہ پولیس -

ل- محکمہ آثار قدیمہ کی سالانہ رپورٹیں و مختلف بلیٹن و مضامین متعلق قدیم تاریخی آثار -

م- رپورٹ جامعہ عثمانیہ -

۲- اخبار و رسائل اور تنقیدیں و رپورٹ ہائے سرکار عالی ۔

۳- "معیشت الہند" برائے معاملات حیدر آبادی زر۔ از مولفہ مولوی الیاس برنی صاحب ۔

۴ - تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ ۔

۵ - گھریلو صنعتیں (مصنفہ مولوی غلام علی محمدی صاحب ناظم صنعت وحرفت)

۶ - خطبات تقسیم اسناد جامعہ عثمانیہ ۔ کانفرنس انجمن طلسانین وغیرہ ۔

۷ - شاہان آصفیہ و تاج برطانیہ کے مختلف معاہدات کے اقتباسات ۔

۸ - مجموعہ قوانین آصفیہ ۔

۹ - مسودات قوانین آصفیہ ۔ بالخصوص دستور العمل قرضہ دہندگان، مصالحت قرضہ انتقال اراضی ۔ داخلہ حقوق اراضی وغیرہ ۔

## *The list of the Books and Reports consulted in English*


1. A History of the Deccan by Gribble.
2. Nizamul-Mulk Asif jah I by Dr. Yusuf Husain.
3. Imperial Gazetteer of India Vol xxvi Atlas (for the map of the Asif jahi Kingdom).
4. New constitution of India by Lahiri & B. N. Banerjea.
5. The India Act 1935.
6. Administration Reports of H. E. H. The Nizams Government.
7. Report of Joint stock Companies in British India & Indian states.
8. Statistical Abstracts of British India and Indian States.
9. Agriculture Statistics of India and Indian States Vol. I and II.
10. Annual Report of Commerce & Industries Dept. Baroda.
11. ,, ,, ,, ,, ,, ,, Travancore.
12. ,, ,, ,, ,, ,, ,, Mysore.
13. Satistical Abstract of Baroda.
14. Planned Economy for India by Sir M. Visvesvaraya.
15- H. G. Moulton Japan - An Economic & Financial Appraisal.
16. Foundation of Industrial India, (Times of India Special Number.)
17. Returns of Ra il &River-Borne Trade of India.
18. Presidential Address of Princess Her Highness Durdana Begum in Ladies Conference.
19. Convocational Addresses.
20. Bulletins Issued by the Government Industrial Laboratory and the Commerce and Industries Department.
21. Economic Investiga tions by Mr. Iyengar.
22. Mackenzie Scheme on Education Reforms.
23. The Hyderabad Banking Inquiry by Mr. Ahmad Mohiuddin Marketing Officer.
24 The Census Reports of 1931.